ہوجاتی ہے، اور غلون سے لدے چھکڑے شہر مین داخل ہوتے ہین، دانا کے سپہ سالار کے خیمہ
پہنچنے کے بعد ایک نیا عقدہ کھلتا ہے، اوس کا جوش خدمتِ وطن اور جذبۂ ایثارِ نفس اوسے اور
خیمہ سے باعصمت لوٹا لاتے ہین، اور وہ سپہ سالار بھی دانا کی معیت مین شہر مین چلا آتا ہے، واقعات
کے سب محیر العقول، لیکن اس سے زیادہ حیرت انگیز یہ کہ سب کے سب ممکن الوقوع ہین، ایرانی
رنگ کا ایک دلآویز ڈرامہ ہے، اگرچہ ڈرامہ کے پلاٹ کے آخری حصہ مین بعض واقعات
لاینحل رہ جاتے ہین، اور فسانہ کچھ ناتمام سا رہ جاتا ہے، لیکن شاید مغربی تصنیف کا یہ بھی کوئی کمال ہی ہو

مشاہیر اردو کے خطوط، از پروفیسر مہیش پرشاد صاحب (مولوی فاضل) صدر شعبہ عربی فارسی و اردو ہندو یونیورسٹی بنارس، ناشر لالہ رام دیال اگروالہ الہ آباد، حجم ۱۱۱ صفحے، تقطیع چھوٹی، قیمت عہ

رسالہ کا موضوع اوس کے نام سے ظاہر ہے، اس مین اردو کے بیس مشہور مسلم و ہندو اہل قلم کے خطوط جمع کئے گئے ہین، تاکہ طلبہ کے درس و تدریس مین کام آئین، رسالہ کے شروع مین اردو کے مشہور مجموعہ مکاتیب کے دیباچون سے مختلف ٹکڑے بطور دیباچہ نقل کئے گئے ہین، اور آخر مین مرتب نے دیباچہ کے خاتمہ کے طور پر اس رسالہ کے خصوصیات اور مکاتیب کی حیثیت واضح کی ہے، ہر صاحبِ خط کا مختصر تعارف بھی چند چند سطرون مین درج

اسلامی حکایات، اسلامی روایات، اسلام اور غیر مسلم، از جناب محمد حفیظ اللہ صاحب، ناشر مسلم اکاڈیمی پھلواری شریف پٹنہ، حجم بہ ترتیب ۴۴، ۹۶، ۱۰۰ صفحے، تقطیع چھوٹی، قیمت بہ ترتیب عہ، ۶ر، ۶ر

"اسلامی حکایات" مین اردو کے مختلف شعراء کی ایسی نظمین یکجا کی گئی ہین جنمین اسلامی تاریخ کا کوئی واقعہ نظمبند کیا گیا ہو یا جنمین اسلام کے اخلاق و تعلیمات پیش کئے گئے ہون، نظمون کی مجموعی تعداد ۵۵ ہے، دوسرا رسالہ اسلامی روایات چند سال پہلے چھپا تھا، اب اوسکا دوسرا اڈیشن شائع ہوا ہے، اسمین صفحہ دو صفحون مین چھوٹے چھوٹے تاریخی مضامین ہین، تیسرے رسالہ اسلام اور غیر مسلم کا بھی یہ طبع ثانی ہے، اسمین اسلامی سلطنتون اور فرمان رواؤن کے متعلق غیر مسلم مورخین کے مختصر توصیفی اقتباسات جمع کئے گئے ہین،

"ر"

جلد ۳۳ | ماہ شوال ۱۳۵۲ھ مطابق ماہ فروری ۱۹۳۴ء | عدد ۲

مضامین

شذرات

۱۵ جنوری ۱۹۳۴ء کے دو بجے دن کا وقت ہر حیثیت سے قیامتِ صغریٰ تھا خصوصاً بہار اور اس کے حصہ
شمالی میں تو کہنا چاہئے کہ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ (اس گھڑی کا زلزلہ بڑی مصیبت ہوگا) کا نقشہ تھا، قیامت کے
سانحوں اور حادثوں کا جو نقشہ قرآن نے کھینچا ہے، وہ چھوٹے پیمانہ پر حرف بحرف بہار میں نظر آیا، زمین کے طبقات کا ا
جانا، پہاڑوں کا ہلنا، دریاؤں کا جوش مارنا، انسانوں کی نفسی نفسی، والدین کی اولاد سے، اور اولاد کی والدین سے بے تعلقی
ہر چیز قیامت کی مثال و نظیر تھی، اور یہ کہنا سچ ہے کہ انسانوں نے اپنے دو سو برس کے علم اور سائنس سے شمالی بہار میں
کچھ بنایا تھا، اس کو خدائے قادر کے دو منٹ کے اظہارِ جلال نے عدم محض اور ہباءً منثوراً کرکے دکھا دیا، لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ
لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ، (ایک قہر والے خدا کے سوا آج کس کی سلطنت ہے) کا صور اس قطعۂ ارض کے ہر ذرہ سے ہر شخص کو
دے رہا تھا،

ہمارے صوبہ ہائے متحدہ پر گو اس کا اثر بہار سے کم پڑا، تاہم اس کے مشرقی اضلاع میں بعض جانوں کا اور گرنے
عمارتوں کا نقصان ہوا، ہمارے ضلع اعظم گڈھ میں بھی چند جانیں ضائع ہوئیں، اور عمارتوں کو بھی صدمہ پہنچا، شہر میں جانوں
کی ہر طرح خیریت رہی، البتہ چند کچے مکانات گر گئے، اور بعض پختہ عمارتیں پھٹ گئیں، شہر کی جامع مسجد کے میناروں کو
صدمہ پہنچا، دار المصنفین کی عمارتوں کی بعض دیواریں پھٹ گئیں، مسجد کی خیریت رہی، کتبخانہ کی ایک دیوار گوشہ سے ایک
انگل پھٹ گئی،

ہر آبادی میں اور ہر شخص پر اس زلزلہ کے الگ الگ جو اثرات ہوئے، اور جو ذاتی و مقامی تجربے اور مشاہدے
ہوئے، اور بچ جانے، زخمی ہو جانے اور مر جانے کے جو مختلف حادثے اور واقعے پیش آئے، اگر ان کو کوئی شخص قلمبند کر سکے
تو اس کو خدا جانے کتنے عجائبات، اور آثارِ قدرت اور آیاتِ بینات نظر آئیں، جنکی نہ کوئی علمی توجیہ ہو سکتی ہے، اور نہ بخت و
اتفاق، کے بے معنی لفظ کے سوا کسی اور چیز سے انکی تعبیر کیجا سکتی ہے، بجز اس کے کہ یہ کہا جائے کہ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ
قَدِيرٌ (خدا تعالیٰ کو ہر چیز پر قدرت ہی)

اس سلسلہ میں ہمارے ایک صاحبِ علم لیکن دیندار دوست چودھری غلام احمد صاحب پرویز مقیم دہلی نے
چند سطریں لکھ کر بھیجی ہیں، جو علم و دانش کے مدعیوں کے لئے بصیرت کا موجب ہونگی، لکھتے ہیں:-

عین الیقین

"معجزہ اپنے وجود میں کسی خارجی دلیل کا محتاج نہیں ہوتا" لیکن بعض اوقات ایسے واقعات رونما ہو جاتے ہیں،
جن کی روشنی میں ان "محالات عقلی و عادی" کی سرحدیں طبعی ممکنات سے جا ملتی ہیں، ۱۵ جنوری کو جو ہیبتناک زلزلہ آیا،
اہلِ بصیرت کے لیے انسانی بے بسی و بیچارگی کی کھلی کھلی نشانیاں اپنے اندر رکھتا ہے، بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ میں بیٹھنے والے
اس سراسیمگی میں ادھر اُدھر بھاگتے نظر آتے تھے کہ "اَيْنَ الْمَفَرُّ" کی زندہ تفسیر معلوم ہوتے تھے، بڑے بڑے دماغ تخیل
اور دماغوں کی بڑی بڑی اسکیمیں دھری کی دھری رہ گئیں، اور بقول اکبر مرحوم،

بیک گردشِ چرخِ نیلوفری   نہ انجن بماند نہ انجینری

لیکن اس کی تفصیلات میں ایک ایسا واقعہ نظر سے گذرا جو خاص طور پر قابل ذکر ہے، بنی اسرائیل کے لئے
دریا کا پھٹنا اور راستہ دیدینا، روشن خیال حضرات کے نزدیک ایک "مذہبی افسانہ" سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا حتی کہ

دورِ جدید کے بعض مفسرین بھی، انکی تاویل میں مد وجزر کے روزانہ معمول سے آگے نہیں بڑھے، لیکن ۲۰ جنوری
اسٹیٹسمین میں، جریدۂ مذکور کے نامہ نگار کی وساطت سے ایک صاحب نے، جو زلزلہ کے وقت پٹنہ کے قریب دریا
گنگا کے کنارے کھڑے تھے، حسب ذیل چشم دید واقعہ شائع کیا ہے:-

"جہاں میں کھڑا تھا اس کے مقابل دریا کے بیچ ریت کا چھوٹا سا ٹاپو تھا، ادھر کی طرف جہاں پانی کا بہا
کم تھا، کچھ لوگ اشنان کر رہے تھے، اور دوسری طرف جہاں پانی گہرا تھا کشتیاں اور اسٹیمر چل رہے تھے، یکایک
تلاطم کی سی آواز آئی، پھر بھیانک سا شور سنائی دیا، اور میں کیا دیکھتا ہوں کہ پانی کے نیچے سے زمین ابھر کر ریت
ٹاپو کے برابر آگئی، پانی سمٹ کر کہیں جذب ہوگیا، اور دریا کے آر پار خشکی کا مسلسل قطعہ بنگیا، اشنان کرنے والو
نچلا دھڑ بجائے پانی کے ریت میں تھا، اور کشتیاں اور اسٹیمر خشکی میں کھڑے تھے، پانچ منٹ تک یہی حالت ر
پھر یکایک اسی خشکی کے قطعہ سے پانی جوش مارتا ہوا دکھائی دیا، زمین پھٹی، اور کہیں کہیں پچاس پچاس فٹ ل
دراڑیں پڑگئیں جنمیں سے پانی کے چشمے اُبلتے ہوئے نکلے، سب سے بڑی خلیج وہاں تھی جہاں پہلے ریت کا ٹاپو
چند سکنڈ میں تمام دریا پانی سے بھر گیا، اور گنگا اپنی قدیم روانی سے بہے چلا جا رہا تھا، گویا کوئی خلاف معمول واقعہ ہی

اس واقعہ کے ذکر کرنے سے بنی اسرائیل کے واقعہ "فرق البحر" پر استشہاد مقصود نہیں، بلکہ صرف یہ کہ پرستار
سائنس مذہب کے خلاف یک طرفہ ڈگری صادر فرماتے وقت صرف اس قدر سوچ لیا کریں کہ سائنس کے اس قدر
انکشافات و ترقی کے باوجود رموز فطرت کا ایک دفتر بے پایاں ہے، جو ابھی ذہن انسانی کی دسترس سے بہت
آگے ہے، اور خود سائنس کے نظریے جنہیں وہ اس درجہ غیر متبدل اور اٹل سمجھ رہے ہیں، اُن کی حقیقت، دور حا
کے ایک بڑے سائنسدان، مسٹر آرتھر سٹینلے اڈنگٹن کے قول کے بموجب یہ ہے کہ

"سائنس کے نظریے دورِ گذشتہ میں بھی خطرناک غلطیاں کرتے چلے آئے ہیں، اور یقیناً آج بھی کرتے ہیں"۔

(پرویز)

مقالات

سفرِ افغانستان

۳

انجمن ادبی کی اعزازی دعوتِ شب

ہز اکسیلنسی سردار شاہ محمود خاں وزیر حربیہ کے یہاں سلسلۂ گفتگو اتنا دراز ہوا کہ شام کے ۷ بج گئے اور ساڑھے سات بجے کابل کی انجمن ادبی نے جسکو یہاں کی رائل اکاڈیمی کہئے نو وارد ہندی مہمانوں کے اعزاز میں دعوتِ شب (ڈنر) کا انتظام کیا تھا، چنانچہ ہم لوگ یہاں سے سیدھے کابل ہوٹل کو روانہ ہوئے جہاں اس ڈنر کا اہتمام تھا، کابل ہوٹل کی عمارت اچھی خاصی پختہ اور بلند ہے، اور اس میں متعدد وسیع کمرے اور ہال ہیں، ہم لوگ پہلے ایک بغلی کمرہ میں بٹھائے گئے، اس کمرہ میں ہر طرف مہمانوں کے لئے کرسیاں بچھی تھیں، اکثر مہمان جو زیادہ تر اسی انجمن ادبی کے ارکان تھے، پہلے ہی سے آچکے تھے، کچھ لوگ بعد کو آئے،

یہ انجمن ادبی موجودہ حکومت کی تاسیسات میں سے ہے، ملک کے اکثر اہل علم و اصحاب قلم اور تعلیم یافتہ نوجوان اسکے ارکان ہیں، شہزادہ احمد علیخاں درانی جو اسلامیہ کالج لاہور کے تعلیم یافتہ ہیں، اور دار التحریر شاہی (سکریٹریٹ) کے ایک معزز منصب دار ہیں، اس کے سکریٹری ہیں، اس انجمن کی رکنیت ایک شاہی اعزاز ہے، ہر رکن کو سلطنت کی طرف سے علمی وظیفہ ملتا ہے تاکہ وہ علم و فن اور شعر و سخن کی خدمت آزادی اور خوشدلی کے ساتھ انجام دے سکے، یہاں تک کہ سرکاری ملازمین بھی جب اس انجمن کی رکنیت سے سرفراز ہوتے ہیں تو انکی تنخواہ کے علاوہ وظیفہ کی رقم الگ ملتی ہے، ارکان میں بوڑھے بھی ہیں، جوان بھی، قدیم عالم بھی، اور جدید تعلیم یافتہ بھی، محلوق اللحیہ بھی اور صاحب ریش و دراز بھی، شاعر بھی اور نثر نویس بھی، عربی داں مضمون نگار بھی

بھی، اور انگریزی، فرنچ اور جرمن زبانوں کے مترجم بھی، اس انجمن کا ماہانہ رسالہ کابل ہر مہینہ بہت آب و تاب سے شائع ہوتا ہے،

سب مہمانوں کے آنے کے بعد انجمن کے صدر نشین نے کھڑے ہو کر فارسی میں خیر مقدم کا ایڈریس پڑھکر سنایا؛

خطابۂ خیر مقدم[1] جناب رئیس انجمن ادبی کابل

فضلائے محترم! اجازت دیجئے کہ افغانستان کے ادبار، اور اہل قلم کی یہ ادبی مجلس اپنے خلوص و محبت کے جذبات کو جناب کے سامنے پیش، اور آپ کی تشریف آوری پر اظہار شکر کرتے ہوئے خوش آمدید اور صفا آوردید کہے،

ہندوستان کا وسیع ملک جو ہمیشہ سے نامور فاضلوں اور بڑے بڑے ادیبوں کا گہوارہ رہا ہے، اور جس نے اپنے آغوش میں بڑے بڑے مشہور لوگوں اور معروف سخنوروں مثلاً سراپا دل بیدل، صائب اصفہانی، کلیم، سلیم، طالب آملی، فیضی فیاضی، اور آخر میں شبلی نعمانی، اور آج صاحبانِ فکر بلند مثلاً مشہور اجتماعی فلسفی شاعر اقبال، اور فرزندانِ جلیل القدر مثلاً سر راس مسعود، علامہ سید سلیمان ندوی، اور مشہور پروفیسر ہادی حسن کو پیدا کیا ہے، یقیناً وہ خاک پاک ایشیا میں علم و فضل کا گہوارہ ہے، اور ہم اس کو بڑے احترام کی نظر سے دیکھتے ہیں، ہندوستان کے افق کے روشن ستاروں نے ہمیشہ فضائے عالم پر پرتو افگنی کی ہے، اور ایشیا و اہلِ مشرق کی عزت اور سربلندی کے لیے بہت بڑی اور قیمتی خدمتیں اور کوششیں کر دکھائی ہیں،

پس اگر ہم اس مشہور ملک کے آپ جیسے بزرگ و فرزانہ فضلاء کو اپنے ملک میں دیکھتے ہیں تو یہ بالکل کھلی ہوئی بات ہے کہ ہم خوش اور مسرور ہو کر ایشیا کی بلند صلاحیت اور استعداد پر فخر کریں گے،

ایشیا؛ عظمتِ گذشتہ، ایشیا؛ متمدن قدیم، جو کسی زمانہ میں دنیا کے علم و تربیت کا گہوارہ اور فضل و ادب کا سر چشمہ تھا؛ اور جس کے قیمتی ذخیرے آج تک دنیائے موجودہ کی بہت سی ترقی یافتہ قوموں کو دولتمند بنائے ہوئے ہیں، ممکن تھا کہ وہ ایشیا موجودہ پستی و پسماندگی کی وجہ سے دلوں سے فراموش ہو جاتا، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اہل ایشیا میں جو

[1] یہ تقریریں دسمبر ۱۹۳۳ء کے رسالہ کابل میں بزبان فارسی شائع ہوئی ہیں، ہم ان کا ترجمہ رسالہ مذکور سے لیکر یہاں درج کرتے ہیں،

قوم اس سرزمین کے نام، تاریخ اور مفاخر کو زندہ اور روشن کرنے میں بے انتہا جد و جہد سے خدمت کر رہی ہے، وہ ہندوستان ہی کے بچے اور نام آور فرزند ہیں،

علی گڈھ کا عظیم الشان دار العلوم (یونیورسٹی) جو فرزندانِ ایشیا کا بہترین علمی مرکز شمار ہوتا ہے، وہ کشورِ ہند کے ایک فرزند نجیب سر سید اعظم کی ہمت، جوانمردی اور مشرق دوستی کی ایک یادگار ہے؛ حضرت اقبال کے قیمتی آثار و تالیفات جنہیں سے ہر ایک نے اخلاق، سعی، عمل، اسرارِ اجتماع، جذبات مشرق دوستی اور احساساتِ اسلام پرستی کی اہل ایشیا کے جسموں میں روح پھونکی ہے، یہ سب ملک ہند کے فرزندوں کی ہمت اور مجاہدات کے نمونے ہیں،

جس زمانہ میں افغانستان کے علم دوست اور ادب پرور بادشاہ یعنی غزنوی اور غوری اس کہسار سے رخت سفر باندھ کر علوم و ادبیات کو ہمارے ملک میں یتیم چھوڑ گئے، تو اس وقت صرف ہندوستان ہی کی مستعد قوم تھی جس نے ہماری سرزمین کے شعراء و فضلاء کے قیمتی آثار اور گرانبہا جواہرات کو آج تک کے لیے محفوظ کر دیا، آج ہم دیکھتے ہیں کہ اقلیم ایشیا میں بلخ و غزنی کے شعراء و فضلاء کے قدر داں، مشاہیرِ افغانستان کے قیمت شناس اور اکابر ایشیا و اسلام کے نام و آثار کو تازہ کرنے والے زیادہ تر ہندوستان ہی کے بزرگ اور حق شناس افراد ہیں،

آج جبکہ جناب باری کی بے انتہا رحمت کے فیض سے ہمارا افغانستان سخت خونین اور ہولناک بھنور سے نجات پاکر ایک علم دوست اور ادب پرور فرزند یعنی اعلیحضرت محمد نادر شاہ غازی، مجد و شرف و تاریخ افغانستان قدیم کے لائق ہاتھوں میں پہنچ گیا ہے، اور اس شہریار بزرگ کی کوششوں کے سایہ میں اپنے علم و ادب اور تاریخ کی تجدید کرنا چاہتا ہے، ہم دیکھ رہے ہیں کہ زیادہ تر ہمدردی اور پذیرائی فضلائے ہند کی طرف سے ہو رہی ہے، یعنی ہندوستان کی شریف قوم کا شریف احساس و ادراک اسلام و ایشیا کے متعلق تمام مفید مقاصد کا زیادہ اہمیت کیساتھ اندازہ لگاتا ہے،

ہندوستان، ایران اور افغانستان جو ادبیاتِ فارسی کا وطن اور شعرائے عظام و عالی خیال کا ملک ہیں، آپس میں ایکدوسرے کے اکابر اور شعراء کو بہت محبوب نظروں سے دیکھتے ہیں، اور اس پر دنیا کے سامنے توام فخر کرتے ہیں،

آخر میں ہم کہتے ہیں: اے محترم فاضلو! نہ تنہا ملک ہندوستان بلکہ سارا ایشیا آپ کا معنوی وطن ہے، اور آپ کی بلند تمنائیں اور ارادے (جو آپ رکھتے ہیں) اور آپ کے مقصود کا ہدف خاک مشرق ہے! تمام اہل ایشیا خاصکر ہمارا افغانستان آپ کی بڑی امیدون یعنی مشرق کی عظمت کی راہ میں خدا سے توفیق کی آرزو کرتا ہے، ضمناً ہم کہتے ہیں کہ اگرچہ افغانستان کا کوہستان یورپ کے تکلفات سے خالی ہے، اور اس سرزمین نے ابتک مادی تکلفات سرت کا کوئی موقع نہیں پایا ہے، اسلئے ممکن ہے کہ بیرونی ممالک کے خوش گذر یہان کے سفر اور سیاحت کو پسند نہ کریں، لیکن ہم کو یقین ہے کہ ارباب علم خوب جانتے ہیں کہ یہ سرزمین سلطان محمود غزنوی کا وطن ہے، غوریوں اور ابدالیوں کا مرزبوم ہے، ابن سینائے بلخی، سنائی غزنوی، عنصری، عسجدی، دقیقی، فاریابی، اور آخر میں سید جمال الدین افغانی کا مسقط الراس ہے، یقیناً سب جانتے ہیں کہ کشور افغانستان اس قوم کا جائے پناہ ہے جس کے افراد عموماً اسلامیت اور ایشیائیت کے مخلص دوست تھے، اور ایک شریف بادشاہ اعلیحضرت محمد نادر شاہ غازی کا پایۂ تخت ہے، جو دین اسلام و ایشیا کی عزت و بلندی کے تنہا ہوا خواہ ہیں، آخر میں ہم عرض کرتے ہیں کہ یہ جلسہ جو آپ کے اعزاز میں منعقد ہوا ہے، ایک نمونہ ہے افغانستان کی قوم اور حکومت کے ادباو فضلا کے اظہار جذبات و احساسات کا، اور ہم کو آرزو ہے کہ آپ حضرات اپنے پیارے وطن میں اس ہدیہ کے نمایندہ بنینگے، جس سے مراد ہماری خالص محبت و اخلاص ہے اور ہمارے معزز ہندوستانی بھائیون کو عام طور پر ہمارا اسلام اور دوستانہ احترام پہنچائینگے، اور ہمارے اُن دلی اور معنوی تعلقات کا اُن سے تذکرہ کرینگے، جو سالہا سال سے ہمارے دل کے اندر ہندوستان کی محترم قوم کی نسبت موجود ہیں، خاتمہ میں اس زحمت کو قبول کرکے جو آپ حضرات نے ہم کو عزت بخشی اور ہماری انجمن کی دعوت کو قبول فرمایا اس کے ہم بہت ممنون اور متشکر ہوتے ہوئے آپ حضرات اور ہندوستان کی بزرگ قوم کی سعادت اور توفیق یابی کے خدا سے آرزومند ہیں، آخر میں ہم کہتے ہیں، مترقی باد عالم شرق! مسعود باد عالم اسلام!

اس کے بعد افغانستان کے مشہور شاعر جناب قاری عبد اللہ خان صاحب کی حسب ذیل نظم، خیر مقدم کے عنوان سے پڑھکر سنائی گئی:-

عزیزان زہندوستان آمدند ۔ در افغانستان مہمان آمدند

در آنان یکے دکتر اقبال ہند ۔ سخن پرور و واقف از حال ہند

ادیب سخن گستر نکتہ سنج ۔ کہ ہر نکتہ اش بہتر آمد ز گنج

چمن گردۂ طرز رنگین اوست ۔ شکر پارۂ حرف شیرین اوست

کلامش چو اوج بلندی گرفت ۔ سخن رتبۂ ارجمندی گرفت

زند طعنہ آہنگ او برق را ۔ کہ خواہان بود نہضت شرق را

نوین شیوۂ را بہ سبک کہن ۔ در آمیخت از قدرت علم و فن

چون اندر سخن جادۂ نو گزید ۔ پیامی ز مشرق بمغرب رسید

سخن را در آمیخت چون با علوم ۔ ازو زندہ شد طرز مولائے روم

چو فکرش پے فیلسوفی گرفت ۔ طراز سخن طرز صوفی گرفت

نوایش ہم آہنگ با نفخ صور ۔ کہ افسردگان را در آرد بشور

جو بلبل بآہنگ کہسار ما ۔ ز ہند آمد این طوطی خوشنوا

دگر آنکہ او نامور سید است ۔ گزین نخبۂ آل سر سید است

ہنرمند سرداس مسعود نام ۔ کز و مکتب ہند دارد نظام

روان ہنرمندی و جان علم ۔ علیگڑھ برد زو دبستان علم

بعالم گر آن مکتب آوازہ یافت ۔ ز جہد وے این قدر و اندازہ یافت

رئیس دبستان در آن مرز و بوم ۔ شناسائے قابل بطرز علوم

سوم سید ما کہ از ندوہ است ۔ ز دانش بہ ہندوستان قدوہ است

ز فیض دمش تازہ شد جان علم ۔ در اقلیم دانش سلیمان علم

چو کلکش بمعنی طراز نده شد	خیالاتِ شبلی ازو زنده شد
چو در شاهراهِ حقائق شتافت	معارف ازو رونقِ تازه یافت
مضامینِ او جمله محکم بود	نگارش بکلکش مسلّم بود
دگر مرد دانائے هادی حسن	پروفیسرے واقف از علم و فن
بانگلیسی و فرس عالم بود	زبانِ دری را معلّم بود
ادیبِ سخن پرورِ فارسی	سخنهائے او گوهرِ فارسی
بلفظ دری چوں تکلم کند	ز شوقش شکر دست و پا گم کند
سخنهاش دلکش، بیانش ملیح	چو ایرانیاں لهجهٔ او فصیح
ز بهرِ سیاحت دریں بوم و بر	کشیدند از هند رختِ سفر
زرہ ایں عزیزاں رسیدند خوش	بکابل کنوں آرمیدند خوش
ورودِ مشاهیرِ هندی نژاد	بود رابطہ افزائے حب و وداد
ازیں آمدن دل چو گل گل شگفت	بصد خرمی خیر مقدم بگفت
غنیمت بود دیدنِ دوستان	چو در فصل گل جلوهٔ بوستاں
مسلماں ز هر جا بهم دوست به	چو بادام توام بیک پوست به
بهمسایه همسایه گر وارسد	بر وشش بهرهٔ دین و دنیا رسد
کہ از دید و دید زاید وداد	ز هم نگسلد رشتهٔ اتحاد
دل صاف احباب خرم بود	چو در بین هم رشته محکم بود

خوش است اے عزیزاں ز هم پرس و جوئے

کہ آید مگر آب رفته بجوئے

اس نظم کے بعد مہمانوں کی طرف سے پروفیسر ہادی حسن نے ایرانی فارسی زبان میں ایک مفید تقریر کی جس میں نوجوان افغانوں کو شعر و سخن کے بجائے مغربی علوم و فنون کی تحصیل کی ترغیب دیگئی تھی، ان کے بیٹھنے کے بعد سید راس مسعود صاحب نے حسب ذیل برجستہ تقریر کی،

نواب مسعود جنگ ڈاکٹر سر سید راس مسعود کی جوابی تقریر

محترم بزرگو اور مہربان میزبانو! میں نہایت خلوص سے خوشی کا اظہار اور شکریہ ادا کرتا ہوں، اور اس توجہ کے شکریہ کے فرض سے جو آپ نے خاکسار کے حق میں فرمائی، میں عہدہ برآ نہیں ہو سکتا، میں چاہتا ہوں کہ مسلمانانِ ہند کے دلی جذبات و احساسات آپ تک پہنچاؤں، ہمارے درمیان علامہ سید سلیمان ندوی علمائے ہند کے نمایندہ ہیں، اور میرے معزز دوست علامۂ اقبال اس گروہ کے نمایندہ ہیں جس نے قدیم و جدید عناصر کو ملا کر ان سے ایک روح پرور معجون تیار کیا ہے، میں نہ تو علماء کی جماعت سے ہوں اور نہ شعراء کے فرقہ سے، بلکہ میں نے اپنی تعلیم کا دور زیادہ تر یورپ کے ممالک میں ختم کیا ہے، لیکن میرا دل ان دونوں گروہوں کی عظمت و احترام سے سرشار اور لبریز ہے، آپ کو میں یقین دلاتا ہوں کہ مسلمانانِ ہند آپ حضرات سے غیر معمولی محبت اور تعلق رکھتے ہیں، اور ہماری دلی آرزو یہی ہے کہ پیارے افغانستان کو مکمل امن و امان اور ترقی و آسایش کی حالت میں دیکھیں، اور چونکہ افغانستان جغرافی نقطۂ نظر سے ایشیا اور یورپ کے بیچ میں واقع ہے اسلئے ہماری خواہش ہے کہ افغانستان اسلامی تہذیب و اخلاق کا بہترین نمونہ ہونے کیساتھ ٹھیک اسی وقت میں یورپ کے تمام مفید عناصر اور زیبائیوں کا جامع ہو، ہر چند کہ میں آپ حضرات کے عنایات کا بے حد ممنون ہوں لیکن میرے دل پر اس غیر معمولی شخصیت کا جو خوش قسمتی سے اس وقت آپ کا بادشاہ ہے ایسا اثر پڑا ہے کہ میں اس کو بیان نہیں کر سکتا، میں وہ وقت کبھی نہ بھولوں گا جب خوش قسمتی سے میری رسائی اعلٰحضرت کی خدمت میں ہوئی، مجھے یقین ہے کہ جو سلطنت آپ کا جیسا ملت دوست بادشاہ رکھتی ہو، یقیناً وہ سلطنت ترقی کے مدارج پر پہنچیگی، اب یہ آپ کا فرض ہے کہ ہمہ تن ہر ممکن ذریعہ سے انکی خدمت اور اطاعت پر آمادہ رہئے، اور اس کو باور کیجئے کہ اگر مجھ جیسا ناکارہ تعلیمات کے سلسلہ میں آپ کی کوئی خدمت کر سکتا ہے تو ان خدمات کے انجام دینے کے لئے میں ہر وقت

حاضر اور آمادہ رہوں گا، لیکن ایک بات کے بغیر میں آگے نہیں بڑھ سکتا، سلطنتِ افغانستان کے جوانوں کو چاہئے کہ سفید بال والوں کی عزت و احترام کا ہر وقت خیال رکھیں، ایسا نہ ہو کہ اختلافِ رائے سے اُن کی قومی وحدت میں رخنہ پیدا ہو جائے، تاریخ شہادت دیتی ہے کہ مسلمانوں کے تمام نقصانات آپس کے نفاق اور تفرقہ کا نتیجہ رہے ہیں، پس گذشتہ سے عبرت پکڑ کر اب اتحاد و اتفاق کو اپنے مقاصدِ قومی کا مرکز بنائیے،

آخر میں دوبارہ آپ کے پرخلوص عنایات کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور میں کبھی آپ کی مخلصانہ مہربانیوں کو فراموش نہ کرونگا،

سید راس مسعود صاحب کی تقریر کے بعد جو بہت دلچسپی کے ساتھ سُنی گئی تھی، کسی مزید تقریر کی ضرورت نہ تھی، لیکن حاضرین کے اصرار سے مجھے بھی مجلس ادبی کی مناسبت سے کچھ عرض کرنا پڑا،

سید سلیمان ندوی کی جوابی تقریر

برادرانِ ہمدین وہموطن و عزیزانِ علم و فن! آج ہم بہت خوش نصیب ہیں جو اس مجمع میں اپنے کو آپ حضرات کے ساتھ دیکھ رہے ہیں،

چند خادمانِ علم و ادب کو اعلیحضرت غازی کا یہاں بلانا، اور پھر ان کا اس ملک کے فضلاء و علماء کیساتھ اس ادبی جلسہ میں جمع ہونا، میرے نزدیک ایک پرشوکت تاریخی دور کا آغاز ہے،

برادرانِ گرامی! ہندوستان اور افغانستان نہ جدا گانہ سلطنتیں نہ تھیں بلکہ ایک تھیں، شاید ڈیڑھ دو سو برس کا عرصہ ہوا ہوگا جب ان دونوں ملکوں میں تفرقہ پیدا ہوا، یہ دونوں ملک قدیم بدھ دورِ حکومت میں ایک رشتہ میں منسلک تھے، جیسا کہ آپ کے ملک میں اس اتحاد کی سنگی یادگاریں زمینوں کے اندر ہر قدم پر دستیاب ہوتی ہیں، جو آپ کے عجائب خانہ میں بھی موجود ہیں،

آغازِ عہدِ اسلام سے تنہا آپ ہی تھے جن کے ذریعہ سے نہ صرف مذہب بلکہ علم و فن بھی ہندوستان کے قلب میں داخل ہوئے ہیں، سلاطینِ غزنی اور شاہانِ غور ہی یہاں رہتے تھے، لیکن ان کی حکومت کا دائرہ ہندوستان تک پھیلا ہوا تھا، اسی طرح بابر کا خاندان ہندوستان میں مقیم تھا لیکن اسکا دائرۂ حکومت افغانستان تک تھا، اور

یہ دونوں حکومتیں ایک شہنشاہی کے لئے ایسی تھیں جیسے ایک جسم میں دو ہاتھ ہوتے ہیں،

آج ڈیڑھ سو سال کے بعد یہ پہلا موقع ہے کہ یہ دونوں ہاتھ اگر اتحاد سیاسی کے لئے نہیں، تو اتحاد علمی و ادبی اور باہمی محبت کے استحکام کے لئے پھر مخلصانہ بڑھ رہے ہیں،

افغانی بھائیو! آپ کے بزرگوں نے ہندوستان میں صرف جسمانی اور مادی حکمرانی نہیں کی ہے، بلکہ معنوی اور ذہنی حکومت بھی قائم کی ہے،

فارسی زبان مدت تک ہندوستان کی ادبی اور علمی زبان رہی ہے، اور اب بھی ہے، یہ زبان صرف آپکے وسیلہ سے ہم تک پہنچی ہے، آپ کے علماء میں سے میرزاہد ہروی جو آپ کے ہرات کے تھے، ان کے رسائل و تصنیفات ۳ سو سال سے ہندوستان کی عربی درسگاہوں میں فلسفہ کے اسباق کا انتہائی معیار ہیں،

فارسی زبان کے مشہور اور بڑے شعراء جو اس ملک میں پیدا ہوئے، جس طرح جائے پیدائش کے لحاظ سے افغانستان کے کسی شہر کی طرف منسوب ہیں، اسی طرح سکونت یا مدفن کے لحاظ سے ہندوستان کے کسی شہر سے نسبت رکھتے ہیں،

کتنے شاعر ہیں جو غزنی، بلخ، بدخشان یا آپ کے دوسرے شہروں اور علاقوں سے تھے، اور لاہوری اور دہلوی مشہور ہوئے، جس نے عوفی کی لباب الالباب کا مطالعہ کیا ہے، اس کو معلوم ہے کہ یہ شعراء ایک رشتہ وحدت میں اس طرح منسلک تھے کہ تاریخ بھی ان میں سے بعض کے لاہوری اور غزنوی ہونے کا فیصلہ مشکل سے کر سکتی ہے،

یہ دونوں سلطنتیں باہم اس قدر مربوط تھیں کہ اگر کوئی فاضل یہاں پیدا ہوتا تو اپنی عمر کا کچھ حصہ وہاں بسر کرتا تھا، اور وہاں پیدا ہوتا تو کچھ عرصہ کے لیے یہاں زندگی گذارتا تھا، مثلاً مسعود سعد سلمان جو شعراء کے دوسرے طبقہ سے ہے، اس کو ہندی یا افغانستانی کہنا اور تمیز کرنا سخت مشکل ہے،

میں نے جلال آباد اور کابل کے باغات دیکھے، پہاڑی چشموں، نہروں، فواروں، آبشاروں کا نظارہ کیا، جو اس سلطنت کی خاک کے ہر ذرہ سے نمایاں ہیں، تو مجھے یقین ہوا کہ خاندانِ بابر نے کشمیر اور ہندوستان میں

جو بکثرت باغ لگائے یا جگہ جگہ مصنوعی چشمے بنائے وہ سب افغانستان کے قدرتی مناظر کی نقل تھی، جلال آباد میں امیر شہید کے باغات، کابل میں بابر کا باغ، پغمان کے باغات، نیز افغانستان کے دوسرے باغ لاہور کے شالامار سے کیسی قدرتی مشابہت رکھتے ہیں'

اور مناظر فطرت کا یہ وطنی ذوق آلِ تیمور میں قدرتی طور پر ایسا موجود تھا کہ اسکو انھوں نے ہندوستان میں عملاً ظاہر کیا، یہانتک کہ دیوان عام اور خاص میں بھی گنگا اور جمنا گلکاری کے ذریعہ سے دکھائی گئی ہیں،

برادرانِ علم وفن! جو کچھ پہلے ہو چکا کیا اب نہیں ہو سکتا؟ سیاسی تفرقہ، دوری اور علٰحدگی کا ذکر چھوڑیئے! یہ تغیراتِ عالم کی سرنوشت ہے، لگا ہے جنیں گا ہے چناں! سیاسی حالات ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں اور سیاسی تعلقات ٹوٹتے اور جڑتے رہتے ہیں! لیکن علمی وادبی تعلقات دائم اور برقرار رہتے ہیں'

سلطان محمود غزنوی کی تلوار عرصہ ہوا کہ ٹوٹ گئی، اور اسکی فتوحات کے اوراق صدیاں ہوئیں کہ بکھر گئے، لیکن حکیم سنائی غزنوی کا قلم اب تک باقی اور موجود ہے، اور ان کی ادبی فتوحات کے اوراق کا شیرازہ اب تک منتشر نہیں ہوا، آؤ، سلطان محمود غزنوی، شہاب الدین غوری، اور آلِ بابر نہیں بلکہ سنائی غزنوی، مسعود سعد سلمان لاہوری، خسرو دہلوی، حسن دہلوی، فیضی اکبرآبادی، اور بیدل عظیم آبادی کے نام سے ہم ایک دوسرے کی طرف مودت ومحبت کا ہاتھ بڑھائیں!

افغانستان نے ہمیشہ اپنے جسمانی زور اور مادی طاقت کے متعلق دنیا سے خراجِ تحسین وصول کیا ہے لیکن اب ضروری ہے کہ وہ اپنی دماغی طاقت اور ذہنی پہلوانی کا خراج بھی دنیا سے وصول کرے،

آپ کی ادبی انجمن تحسین وستایش کی مستحق ہے کہ اس نے اس راستہ میں قدم اٹھایا ہے، اور ہر مہینہ میں اپنی طاقت اور زور کا نہایت خوبی کیساتھ مظاہرہ کرتی ہے،

میں بلاخوفِ تردید کہہ سکتا ہوں کہ رسالہ کابل، ہندوستان بلکہ ایشیا کے بہترین علمی رسالوں کے دوش بدوش جا رہا ہے، اور اس مسرت انگیز دور کے ظہور میں اسکا ہاتھ سب سے زیادہ کارفرما ہے،

پڑوسی بھائیو! کیا یہ تعجب کا مقام نہیں ہے کہ ہم انگلستان، فرانس، اور جرمنی کے ایک ایک شاعر اور ادیب سے واقف ہوں، اور ان کے شاہکاروں پر سر دھنیں، لیکن ان دو ہمسایہ ملکوں کے ادبا، اور اہل قلم آپس میں ایک دوسرے سے ناآشنا اور اجنبی رہیں، حالانکہ ان دونوں کے قدیم بزرگوں کے درمیان نہ صرف وطنی تعلقات تھے، بلکہ شاید نسلی اتحاد بھی موجود تھا،

لیکن اس سے زیادہ یہ کہ ان کے درمیان ایک ناقابلِ شکست علمی وادبی اتحاد تھا، اور کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ دو صدیوں سے ہمارے درمیان اس قدر بُعد اور دوری ہو گئی ہے کہ نہ ہم آپ کے شعراء اور ادیبوں سے واقف ہیں، اور نہ آپ ہمارے،

ہم کو انجمن ادبی کے رسالۂ کابل کا ممنون ہونا چاہئے جس نے یہاں کے لائق اہلِ قلم اور شعراء وادباء سے ہمارا تعارف کرایا، اور ہم نے باہم ایک دوسرے کو پہچانا ہے،

برادرانِ علمی وفنی! اہل سیاست کو ان کی شعبدہ بازیوں میں مصروف رہنے دیجئے، اور آئیے کہ ہم علم وفن کے نام سے پیمانِ محبت ودوستی کو تازہ اور عہدِ رفاقت وآشنائی کو مستحکم کریں، اور ہم دونوں اپنے اپنے وطن کے اندر رہ کر علم وادب کے ایک جدید مشرق کی تعمیر میں دوش بدوش کام کریں، دلوں کا اتحاد جس طرح کا بھی ہو بدگمانیوں اور غلط فہمیوں کو دور کر دیتا ہے،

ہندوستان اپنے نوجوانوں کے ذریعہ سے اپنی تعمیر میں مصروف ہے، اور افغانستان بھی، لہذا یہ ضروری ہے کہ اس تعمیر میں دونوں ملکوں میں سے ہر ایک کے نوجوان دوسرے ملک کے نوجوانوں کے ساتھ حسنِ ظن اور حسنِ اعتماد رکھیں! اگرچہ اس اتحاد کی راہ میں بہت سے مشکلات پیش آتے ہیں، لیکن اس مقصدِ عزیز کے حاصل کرنے کے لئے ہم کو سیکڑوں طرح کے مشکلات کا مقابلہ کرنا چاہئے، ع

بہرِ یک گل زحمتِ صد خار می باید کشید

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین،

(باقی)

معجزاتِ رسولؐ

از

مولوی سید محمد طٰہٰ صاحب اشرفؔ، قادری، امتھوی،

رسالہ جامعہ ماہ اکتوبر میں سیرۃ النبی پر تنقید کے بہانہ سے حافظ اسلم صاحب جیراجپوری نے اپنے مخصوص عقائد کی اشاعت کی ایک نئی تدبیر اختیار کی ہے،

بظاہر تو انھون نے سیرۃ النبی پر تنقید لکھی ہے، لیکن درحقیقت یہ نہ تنقید ہے، نہ تبصرہ، بلکہ صاحبِ مضمون کو تنقید سیرت کے نام سے اپنے دیرینہ خیالات کا نشر و اشاعت مقصود ہے، انھون نے اس میں پھر وہی پرانا راگ چھیڑا ہے، جس سے سرسید مرحوم کے زمانہ سے ہم گوش آشنا ہو چکے ہین، صاحبِ نقد کو جب کتاب کے نفس موضوع (معجزہ) یا نفس کتاب (سیرۃ) ہی سے اختلاف کلی ہے، تو پھر اس زحمتِ تنقید کی کیا ضرورت تھی، صرف یہی لکھ دینا کافی تھا کہ معجزہ بلکہ سیرۃ النبی کا دار و مدار نقل و روایت پر ہے، اور یہ قابلِ تسلیم نہیں، اسلئے "این دفتر بے معنی غرق مے ناب اولیٰ"۔ اس طرح بیک جنبش قلم علامہ شبلی نعمانی اور سید سلیمان ندوی ہی نہیں، بلکہ جملہ اکابر سلف محدثین کرام اور علمائے اسلام کی بیش بہا اور جلیل القدر خدمات دینی کی قرار واقعی قیمت مل جاتی،

میں نے نہ سیرۃ النبی کی یہ جلد دیکھی ہے، اور نہ یہ کہہ سکتا ہوں کہ نقاد نے سید سلیمان ندوی کے مضامین سے کہاں تک ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ہے، اسلئے اس صحبت میں اس بحث و تردید سے قطع نظر نقاد کے اصل دعویٰ کی قرآن کی روشنی مین جانچ پرتال منظور ہے،

نقاد کا دعویٰ ہے کہ سرورِ کائنات صلعم (عیاذاً باللہ) معجزات حسی و مادی سے معرا تھے، اس دعویٰ کے

ثبوت میں قرآن سے استدلال اور حدیث سے اعراض ہے،

انکار حدیث کے متعلق جامعہ کی گذشتہ صحبتوں میں کافی مباحثہ ہو چکا ہے اور پنجاب میں مولوی عبد اللہ چکڑالوی کے فتنہ سے لیکر حافظ صاحب کی تقلیدی تحقیق تک ہر چیز کا جواب اہل سنت کی طرف سے دیا جا چکا ہے اور خود رسالۂ مذکور میں بھی چھپ چکا ہے، بنابریں حافظ صاحب کے لئے ہرگز زیبا نہ تھا، کہ ایک طے شدہ مضمون اور ایک ختم شدہ بحث سے اعراض فرما کر پھر از سرِ نو اسی موضوع کو چھیڑ دین،

کچھ عرصہ ہوا کہ موصوف نے اپنی برسوں کی محنت و ریاضت، اور عرصہ کی تحقیق و تفتیش کا ثمرہ "وضع حدیث" کے عنوان سے ناظرین جامعہ کی خدمت مین پیش کیا تھا، کہ احادیث اس کثرت سے وضع کیگئی ہیں، کہ سچائی کے یہ چند قطرے دریائے کذب میں فنا ہو گئے ہیں، غالباً اس وقت تک صاحب نقد کو حدیث سے انکار نہ تھا، اور اس تحریر کا منشا صرف یہ تھا کہ استدلال بالحدیث میں بہت احتیاط سے کام لینا چاہئے،

لیکن تھوڑے ہی دنوں کے بعد انھوں نے "منکرین حدیث" کے پردہ میں ایک قدم اور آگے بڑھایا، اور حدیث و سنت کے حجتِ دینی اور دلیل شرعی ہونے سے انکار کر دیا، اور فرمایا کہ حدیث دینی تاریخ ہے اور بس اور یہ کہنا بھی تحقیق نہین، بلکہ صاحب دعوۃ الحق کی تقلید محض ہے، لیکن افسوس آج ہمارے مورخ نے وہ نقاب بھی الٹ دی، اور کھلم کھلا حدیث و سنت سے اعراض فرماتے ہیں، اور اس کو دینی تاریخ کی حیثیت دینا بھی گوارا نہیں کرتے،

جب حافظ صاحب کے اعراض و انکار کی جرأت و بسالت اس طرح روز افزوں ہے تو خدا حافظ، مسلمانوں کے پاس حدیث و سنت وہ نادر اور بے بہا گنجینہ ہے، جسکا جواب دنیا کی کسی قوم، کسی مذہب اور کسی ملت کے پاس نہیں جسپر غیر اقوام کی نگاہ رشک ہمیشہ انتہائی حیرت و استعجاب سے پڑتی ہے،

ڈاکٹر اسپرنگر صاحب لکھتے ہیں:-

"کوئی قوم دنیا کی ایسی گذری، اور نہ آج موجود ہے جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال کا فن ایجاد کیا ہو جس کی بدولت آج پانچ لاکھ شخصوں کا حال معلوم ہو سکتا ہے"[1]

[1] مقدمہ سیرۃ النبی جلد اول علامہ شبلیؒ،

ریونڈ باسورتھ اسمتھ کے الفاظ یہ ہیں:۔

"لیکن اسلام؟ اس میں ہر چیز ممتاز ہے، یہاں دھندلا پن اور راز نام کو نہیں، کوئی شخص یہاں نہ خود دھوکا کھا سکتا ہے، اور نہ دوسروں کو دھوکا دیسکتا ہے، یہاں پورے دن کی روشنی ہے، جو ہر ایک چیز پر پڑ رہی ہے، اور ہر ایک تک پہنچ رہی ہے۔"[1]

جان ڈیون پورٹ کا قول ہے:۔

"اس میں کچھ شبہہ نہیں، کہ تمام مصنفون اور فاتحوں میں ایک بھی ایسا نہیں جس کی سوانح حیات محمد (صلعم) سے زیادہ مفصل اور سچے ہوں۔"[2]

مگر افسوس صد ہزار افسوس کہ ہمارا وہ مایۂ ناز سرمایہ جس پر غیروں کو رشک ہے، ہمارے اسلاف کا وہ لائق فخر کارنامہ جس کی اغیار قدر و عزت کرتے ہیں، ہمارا وہ بہترین ذخیرہ جس پر دوسرون کو اعتماد ہے، ہمارے نزدیک ناقابلِ اعتماد، لائق نفرت، اور کسی قدر و قیمت کا مستحق نہین، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

هر کس از دست غیر ناله کند سعدی از دست خویشتن فریاد

کیا انکار معجزہ کے لیے ہیوم کا قول حافظ صاحب کے لیے سند، اور اتباعِ حدیث وسنت کے لیے ان مستشرقین یورپ اور استادانِ تہذیب کے اعترافات میں کوئی درسِ عبرت نہیں؟

مدعیانِ عمل بالقرآن کا یہ دعویٰ کہ ہم عامل بالقرآن ہیں سراسر مغالطہ ہے، اس لئے کہ انکارِ حدیث صرف حدیث ہی کا انکار نہیں، بلکہ اجماعِ امت اور خود قرآن کا انکار ہے، کیونکہ اتباعِ حدیث وسنت کے وجوب اور اجماعِ امت سے اختلاف کی حرمت پر خود قرآن ناطق ہے، اور نص صریح گواہ۔

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ — اور اطاعت کرو خدا کی اور اس کے رسول کی اور آپس میں جھگڑا نہ کرو ورنہ کم ہمت ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائیگی۔

۱؎ محمد اینڈ محمڈنزم ۲؎ اپالوجی فار محمد اینڈ دی قرآن،

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا۔ (النساء پ ۵)

اور جو شخص ہدایت کے ظاہر ہونے کے بعد رسول کے برخلاف کرے، اور مومنین کی راہ کے سوا دوسرے راستہ کی پیروی کرے ہم اسکو اسی طرف متوجہ کر دینگے، جدھر وہ متوجہ ہوا، اور اسے جہنم میں ڈالدینگے جو کہ بہت بری جگہ ہے،

اتباعِ حدیث وسنت کی اس تاکید شدید اور اجماعِ امت سے اختلاف کی اس زبردست وعید کے بعد کوئی انصاف پسند حدیث وسنت اور اجماعِ امت سے انکار کی ہمت نہیں کر سکتا، فرض کرتا ہوں کہ خبر احاد سلسلۂ اسناد کے متعدد نہ ہونے کی وجہ سے ظنی ہین، لیکن اتنا تو ضرور تسلیم کرنا ہوگا، کہ اس ظن کے دو پہلو ہیں، صحت اور عدمِ صحت، جس طرح اس کے عدمِ صحت کا احتمال ہے، اسی طرح اس کے صحیح ہونے کا امکان بھی ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ اس ظن کے ایک پہلو (عدم صحت) کو آپ تسلیم کر لیتے ہین، اور اس کو بے وجہ راجح قرار دیتے ہیں، اور اس کے دوسرے پہلو (صحت) سے جس کی تقویت قرآن اور اجماعِ امت سے ہوتی ہے، جس کی صحت پر اطمینان دلانے کے لیے اصول روایت ودرایت حاضر ہیں، آپ بے سبب انکار کرتے ہیں، اور بلا دلیل اس کو مرجوح قرار دیتے ہیں، اور آپ کے دل میں یہ خطرہ تک نہیں گذرتا، کہ اس اعراض وانکار سے کہیں ہم بھی وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ کی زد میں نہ آجائیں،

سید صاحب کو جواب دیتے ہوئے ایک جگہ وہ ارشاد فرماتے ہین:۔

"لیکن پھر بھی ان کا یہ کہنا صحیح ہے کہ خبر احاد پر زندگی کے روزانہ کاروبار میں ہم عمل درآمد کرتے ہیں، لیکن مذہبی چیزوں میں اور ان میں فرق یہ ہے کہ ان کے ماقبل اور متعلقات سے ہم بذات خود واقف ہوتے ہیں، اس لیے یقین نفس خبر احاد کی بنیاد پر نہیں ہوتا، بلکہ خارجی قرائن سے ہوتا ہے۔"

جس طرح دنیاوی کاروبار میں خبر احاد پر یقین واذعان خارجی قرائن سے ہوتا ہے، ٹھیک اسی طرح مذہبی امور اور دینی معاملات میں بھی خبر احاد پر یقین کرنے کے لیے قرائن ہین، کھرے کو کھوٹے سے پرکھنے کے لئے بہترین

کسوٹیاں ہیں، قرآن پر نظر کیجئے، اجماعِ امت کو دیکھئے عقلِ سلیم سے کام لیجئے، اصولِ روایت و درایت سے راویوں کو اور روایتوں کو پرکھ لیجئے، پھر جو حدیث قابلِ قبول ہو، اس کو قبول کیجئے، جو ناقابلِ قبول ہو اس سے انکار کیجئے، نفس حدیث و سنت سے انکار، اور صدورِ معجزاتِ رسول سے اعراض، تو قرآن کی نافرمانی اور اجماعِ امت سے روگردانی ہے، جو نصِ صریح سے حرام قطعی ہے،

پھر ایک جگہ وہ سید صاحب کو جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"سبب یہ ہے، کہ دنیا کے یقین کے عملی کاروبار میں محض باتوں میں اگر ہم شک کریں یا انکار کر دیں تو کوئی ملزم ٹھہرانے والا نہیں، لیکن مذہب کی یا معجزات کی کسی روایت میں اگر ہم شک لائیں، یا انکار کریں تو آپ ہی کفر کا فتویٰ دینے لگیں گے۔"

لیکن کیا دنیاوی معاملات میں آپ ایسے شخص کو احمق، وہمی، اور شکی نہیں کہتے جو ہر روایت کو غلط اطلاع کو غیر معتبر ٹھہرائے؟ اصطلاحات کا فرق ہے، بات ایک ہوئی، پھر ہم ناقد کے اس علم کو کیا کہیں جسکی بنا پر وہ ہم پر یہ تہمت لگاتا ہے، کہ وہ خبر احاد کے منکر کو کافر کہتے ہیں، حالانکہ اصول میں یہ مسئلہ صاف ہو چکا ہے کہ خبر احاد کے انکار سے کفر لازم نہیں آتا،

بات یہ ہے کہ آجکل مذہبی پابندیوں کے برخلاف ایک بغاوت برپا ہے، اور دیکھا یہ گیا کہ مذہبی پابندیاں زیادہ تر احادیث کے ذریعہ سے عائد ہوتی ہیں، اور قرآن تو ایک بحرِ زخار اور دریائے ناپید اکنار ہے، جہاں سے دل چاہا، جو بات مطلب کے موافق ہوئی مان لی، اور جو بات خلافِ مطلب ہوئی اس کی تاویل کی، یا انکار کر دیا، پھر اس اختلاف اور جھگڑے کا فیصلہ کرنے والا تیسرا کوئی نہیں، مفسرین، محدثین، اکابر علما و صلحا حدیث و سنت ایک طرف، اور ہم ایک طرف، اس لئے قرآن کی آڑ میں حدیث و سنت سے انکار کر دیا گیا،

انکارِ معجزہ کے لیے حدیث و سنت کے خلاف، حافظ صاحب نے جتنی دلیلیں اور تاویلیں پیش کی ہیں، ان کے متعلق صرف ایک بات عرض کرتا ہوں، جس کے بعد ہر قسم کی تاویلوں کا دروازہ قطعی طور پر بند ہو جاتا ہے،

سوال یہ ہے کہ قرآن بھی تو آپ تک روایت ہی کے ذریعہ سے پہنچا ہے، پھر اسکی صحت اور قطعیت پر کیوں یقین کامل ہے؟ جواب اگر ہو سکتا ہے تو صرف یہی کہ وہ نقل متواتر سے ہم تک پہنچا ہے، اور خبر متواتر سے اذعان و یقین حاصل ہو جاتا ہے اور وہ مشاہدہ کے حکم میں ہے،

پھر آنحضرت صلعم کے صدورِ معجزۂ حسی سے جو کہ علی التواتر ثابت ہے، آپ کیوں انکار کرتے ہیں؟ جزئی روایات معجزہ کو قبول کرنے نہ کرنے کا آپ کو حق ہے، اور اس کے متعلق آپ ہزاروں تاویلیں کر سکتے ہیں، لیکن نفس معجزۂ حسی کے صدور کے متعلق تو چون و چرا کی گنجایش نہیں، کیونکہ نفس صدورِ معجزۂ حسی کو رواۃ حدیث کی جماعت کثیرہ متفقہ طور پر بیان کرتی ہے، اختلافِ روایت کسی خاص معجزہ کے بیان میں ہے، نہ کہ صدورِ معجزہ میں، اور خبر احاد ہی کے ذریعہ سے سہی، تاہم ان سب کے متفقہ اور اجماعی بیان سے صدورِ معجزۂ حسی بالتواتر ثابت ہے،

پس جس طرح قرآن یقینی ہے، اسی طرح آنحضرت صلعم سے صدورِ معجزۂ حسی بھی یقینی ہے، اور جو شخص آج حضرت رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے نفس صدورِ معجزات سے انکار کر سکتا ہے کل قرآن کی صحت و قطعیت سے بھی انکار کر سکتا ہے،

خبر حدیث کو جانے دیجئے، اور تواتر سے بھی تھوڑی دیر کے لیے قطع نظر کیجئے، قرآن کو تو آپ بھی مانتے ہیں، اور ہم بھی مانتے ہیں، تعالوا الیٰ کلمۃٍ سواءٍ بیننا و بینکم آیئے اسی قرآن سے جسپر ہمارا آپ کا اتفاق اور ایمان ہے، اس بحث کا فیصلہ کریں،

یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے، کہ کوئی صاحبِ عزم نبی ایسا مبعوث نہیں ہوا جس کو کوئی معجزہ اور کوئی کھلی نشانی عطا نہ کیگئی ہو، اس لیے کہ معجزہ ثبوتِ دعویٰ نبوت کے لیے دلیلِ قاطع ہے، جس طرح ہر دعویٰ کے لئے ایک دلیل درکار ہے، اسی طرح دعوئے نبوت کے ثبوت کے لیے خوارقِ عادات کا ظہور بھی ضروری اور یقینی ہے، جس طرح کوئی دعویٰ بلا دلیل قابلِ تسلیم نہیں اسی طرح محض دعویٰ نبوت بھی ناقابلِ قبول ہے، ارشاد ہوتا ہے،

فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ ... پس اگر یہ لوگ آپکو جھٹلاتے ہیں، تو (کیا ہوا؟) آپ سے

قَبْلِكَ جَاءُوْا بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ (آل عمران ۱۹)

قبل بہت سے انبیاء جھٹلائے جا چکے ہیں، یہ معجزات او[ر] صحیفے اور روشن کتاب لیکر آئے تھے،

اس آیت پاک میں زبر (صحیفے) اور کتاب منیر کے علاوہ البیّنات ایک تیسری چیز کا ذکر ہے، جو[...] اطلاق قرآن میں دو چیزوں پر ہوا ہے، ایک آیات کتاب اور دوسرے معجزات، جب اس کے بعد ہی کتاب [...] موجود ہے تو متحقق ہے کہ بینات سے مراد معجزات غیر کتاب ہیں، اس لئے اگر سرور کائنات صلعم کی نبوت پر ایمان [...] ہے، تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ سنت الٰہی کے مطابق آپ بھی یقیناً صاحب معجزات تھے، ورنہ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے [...] نعوذ باللہ انحضرت صلعم معجزات سے معرا تھے، اور قرآن کے سوا آپ کو کوئی نشانی نہ ملی تھی، تو یہ بھی تسلیم کرنا ہوگا [...] اپنے تذبذب اور تامل میں حق بجانب تھے، اسلئے کہ اُن کے سوال کے مطابق ایک بار بھی انکی تشفی نہ کی گئی، منکر[...] اس کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ

"معجزہ دکھلانے کے بعد اتمام حجت ہو جاتا ہے، اور پھر اگر کوئی قوم ایمان نہیں لاتی تو اسکی ہلاکت لازمی ہو جاتی ہے، جیسا کہ قرآن کی متعدد آیات میں تصریح ہے، اس لیے یہ سلسلۂ ابتلا رحمۃ للعلمین کے عہد میں بند کر دیا گیا"

یہ تاویل محض اسلئے ہے کہ انکار معجزات رسولؐ سے عامۃ المسلمین کے جذبات کو جو ٹھیس لگی ہے، اور تنقیص [...] رسول کا پہلو جو نمایاں ہو گیا ہے اس کی کچھ تلافی ہو جائے، ورنہ یہ کون نہیں جانتا، کہ معجزہ دلیل نبوت ہے، [...] اتمام حجت محض معجزہ دکھلا دینا اتمام حجت نہیں ہو سکتا، اور نہ ہر معجزہ کے بعد ہلاکت لازمی ہو جاتی ہے، آپ ایسی [...] پیش کرنے سے یقیناً قاصر رہینگے، کہ کسی قوم کو صرف ایک دفعہ معجزہ دکھلا کر ہلاک کر دیا گیا ہو، ہاں اتمام حجت کی یہ [...] البتہ ملے گی، کہ ثبوت نبوت کے لیے انبیاء نے معجزات دکھلائے، پھر رفع توہمات اور ازالۂ شکوک کے لیے سوال کے [...] بھی معجزات پیش کئے، اس پر بھی اگر کوئی قوم ایمان نہ لائی، تو وہ اس جرم میں ہلاک کی گئی، بطور مثال حضرت موسیٰ علیہ [السلام] کا واقعہ عرض ہے،

حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے آگے جا کر دعوائے نبوت کرتے ہیں، اور ثبوت میں معجزات پیش کرتے ہیں

قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ، — تمہارے پاس تمہارے رب کی نشانی (معجزہ) لایا ہوں،

فرعون معجزے طلب کرتا ہے،

قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ، — فرعون نے کہا اگر کوئی معجزہ لائے ہو اور سچے ہو تو پیش کرو،

حضرت موسیٰ علیہ السلام معجزات پیش کرتے ہیں،

فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ، (اعراف ۹/۱۳) — (حضرت موسیٰ نے) اپنا عصا ڈال دیا، پس وہ دفعۃً اژدہا بنگیا، اور اپنا ہاتھ باہر نکالا، پس یکایک وہ دیکھنے والوں کے روبرو بہت ہی چمکدار ہو گیا،

فرعون معجزے دیکھ کر ایمان نہیں لاتا، سحر و جادو کہکر ٹال دیتا ہے، اگر معجزہ دکھلا دینا اتمام حجت، اور موجب ہلاکت ہے، تو فرعون کیوں نہ اسی وقت ہلاک کر دیا گیا؟ پھر جادوگروں سے مقابلہ کی ٹھہراتا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام غالب ہیں کامیاب ہوتے ہیں، اور فرعون کی تشفی اچھی طرح کر دیگئی، کہ یہ سحر و جادو نہیں ہے، اس پر بھی فرعون ایمان نہیں لاتا، اور دوبارہ معجزہ دکھلانے اور اتمام حجت کے باوجود ہلاک نہ کیا گیا؟ معلوم ہوا معجزہ دکھلانے سے اتمام حجت نہیں ہوا، بلکہ اتمام حجت کے لئے وہ بار بار مبتلائے عذاب کیا گیا تاکہ خواب غفلت سے بیدار ہو، اور جب اس نے بار بار یہ عہد کیا کہ اگر ہم سے عذاب دور کر دیا جائے، تو ہم ضرور ایمان لائینگے، لیکن عذاب دور ہونے کے بعد بھی جب ہمیشہ عہد شکنی کرتا رہا تو ہلاک کر دیا گیا،

کیا یہ بات کسی انسان کی سمجھ میں آسکتی ہے کہ فرعون اور آل فرعون کے ساتھ تو اتنی رعایتیں روا رکھی گئیں لیکن رحمۃ للعلمین کے عہد میں خدا کی رحمت کا دروازہ اس طرح بند تھا، کہ رحمۃ للعلمین کے قرابتداروں اور رحمۃ للعلمین کے اہل وطن کو دو ایک معجزے دکھانا بھی اتمام حجت اور ان کی ہلاکت کا باعث ہو جاتا؟

ایمان کی پوچھیے تو جسطرح آنحضرت صلعم تمام امور میں جملہ انبیاءؑ سے افضل تھے، اسی طرح معجزات میں بھی آپ کو تمام انبیاء پر فضیلت تھی، اگلے انبیاء کو چند مخصوص معجزات ملے، لیکن آپ کے معجزات مخصوص نہ تھے، اسی لیے اگلے انبیاء کے انھیں خاص خاص معجزات کا ذکر قرآن میں بار بار ہے، کیونکہ وہی اُن کے لئے مابہ الامتیاز تھے، اور حضرت سرورِ کائنات صلعم کے معجزات کی تکرار قرآن شریف میں موجود نہیں، اسلئے کہ وہ آپ کے لیے کوئی امتیازی چیز نہ تھی، اور نہ آپ محض معجزات کی وجہ سے صفِ انبیاءؑ میں ممتاز تھے، خداوند عالم کے نزدیک آپ کی زندگی کا ہر باب، حیاتِ طیبہ کا ہر دور، زندگی کی ہر ساعت، مکارمِ اخلاق کے ہر شعبے، رحمت و رافت کی ہر ادا ایک معجزہ

بایں ہمہ ضمناً حضور کے معجزات کا ذکر قرآن میں بکثرت موجود ہے، اور ناممکن ہے کہ کوئی انصاف پسند اس سے انکار کر سکے،

اگر منکر کسی ایسے نبی کے معجزات سے انکار کرتا جس کو دنیا تقریباً بھول چکی ہے، اور جنکے حالاتِ زندگی پردۂ دنیا سے مٹ چکے ہیں، تو خیر ممکن تھا کہ لوگ سُن لیتے، لیکن افسوس کہ وہ ایک ایسے محترم رسول کے معجزات سے انکار کرتا ہے، جو لاریب افضل الانبیاء والمرسلین تھے، جو تیرہ سو برس گذر جانے کے بعد آج بھی ہماری نظروں کے سامنے اسی طرح موجود ہیں اور جنکے حالاتِ زندگی دوسرے صحائفِ آسمانی سے زیادہ محفوظ ہیں،

اس سے پہلے کہ میں معترض کے دلائل کی تردید کروں، چند غلط فہمیوں کا ازالہ ضروری سمجھتا ہوں،

۱۔ معترض نے مختلف سورتوں اور مختلف مقامات سے مطالبۂ کفار کو ایک جگہ جمع کرکے، سورۂ بنی اسرائیل کی ایک آیت کو اس طرح جواب میں پیش کیا ہے کہ بادی النظر میں ہر شخص دھوکا کھا سکتا ہے کہ کفار کا یہ سوال محال اور خداوند عالم کا یہ دوٹک اور صاف جواب، حالانکہ حقیقت بالکل اس کے برعکس ہے، ان آیتوں میں، بلکہ جہاں جہاں کفار کے مطالبات بطور تردید نقل کئے گئے ہیں، وہیں اُن کے جواب بھی موجود ہیں، جس سے ہرگز یہ مترشح نہیں ہوتا کہ آنحضرت صلعم معجزات سے خالی تھے، بلکہ بعض مقامات پر تفصیل موجود ہے، کہ کفار اس مطالبہ کے قبل معجزے دیکھ چکے تھے، (ثبوت آگے آتا ہے)

۲۔ وَاِنْ کَانَ کَبُرَ عَلَیْکَ الآیہ سے ناقد کی تصریح کی بنا پر یہ غلط فہمی پیدا ہو سکتی ہے کہ اگر واقعی سرورِ عالم صلعم کو کوئی معجزہ حسی ملتا تو پھر ایسی خواہش دل میں کیوں پیدا ہوتی لیکن ایک طالبِ حق کے لیے اسی سورہ اور اسی پارہ میں ایسی تصریح موجود ہے کہ پھر کسی شک اور شبہہ کی گنجایش نہیں، واقعہ یہ تھا کہ ایک بار کفار نے کوئی خاص مطالبہ پیش کیا اور قسمیں کھا کھا کر یقین دلانے لگے کہ اگر یہ معجزہ دکھلا دیجئے، تو ہم ضرور ایمان لائینگے، کفار کے اس عہد سے صرف رحمۃ للعلمین ہی نہیں بلکہ مومنین کے دل میں بھی یہ خواہش پیدا ہوئی خصوصاً حضور پر عدمِ ظہورِ معجزہ شاق گذرا، کیونکہ آپ سمجھ رہے تھے، کہ اس معجزہ کے ظاہر ہونے کے بعد کفار بموجب عہد ضرور ایمان لائیں گے، اسلئے بطور تنبیہ کفار کے مکائد سے آپ کو آگاہ کیا گیا،

غرض حضور کے دل میں یہ خواہش ایک خاص وقت ایک خاص واقعہ کے تحت میں پیدا ہوئی اور پھر اس سے آپ سے صدورِ معجزات کے انکار کے باب میں حجت پکڑنا کسی طرح لائقِ التفات نہیں ہو سکتا، اسلئے کہ عبارۃ النص کے مقابلہ میں اشارۃ النص اور دلالۃ النص کوئی چیز نہیں،

۳۔ لَوْلَآ اُوْتِیَ مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی ، — اس کو کوئی نشانی ایسی کیوں نہ دی گئی جیسی موسیٰؑ کو دی گئی تھی،

فَلْیَاْتِنَا بِاٰیَۃٍ کَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ — چاہئے کہ ہمارے پاس وہ کوئی ایسی نشانی لائے جیسی اگلے انبیاء دیکر بھیجے گئے تھے،

کا منشا ہرگز یہ نہیں، کہ کفار صرف کسی معجزۂ حسی کے طالب تھے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ انھیں معجزات کا اکثر مطالبہ کرتے تھے جو اگلے انبیاء کو ملے تھے اور جنکا انھیں علم تھا، مثلاً توریت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مکمل کتاب بیک دفعہ لوح پر لکھی ہوئی عطا ہوئی تھی،

وَکَتَبْنَا لَہٗ فِی الْاَلْوَاحِ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ مَّوْعِظَۃً وَّتَفْصِیْلًا لِّکُلِّ شَیْءٍ (اعراف) — اور ہم نے (خدا نے) تختیوں میں موسیٰ کے لئے ہر چیز میں نصیحت کے لئے اور ہر چیز کی تفصیل لکھدی،

اس طرح آنحضرت صلعم سے بھی وہ مطالبہ کرتے تھے،

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً (الفرقان ۱۹)

اور کفار نے کہا کہ قرآن اس پر ایک ہی مرتبہ کیوں نہیں اتارا گیا،

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتَابًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِنْ هٰذَا اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ۔ (انعام ۲)

اگر ہم آپ پر کاغذ میں لکھی ہوئی کتاب بھی اتارتے تو بھی یہ لوگ یہی کہتے کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے،

یا جسطرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پتھر پر عصا مار کر نہر جاری کر دی تھی،

وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا (البقرہ ۷)

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لیے پانی مانگا، تو ہم نے حکم دیا کہ پتھر پر عصا کو مارو، پس بارہ چشمے پھوٹ نکلے،

سرور کائنات صلعم سے بھی سوال کیا گیا،

وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا۔ (بنی اسرائیل ۱۰)

ہم آپ پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے، جبتک کہ آپ (مکہ کی پتھریلی) زمین سے ہمارے لئے نہر جاری نہ کر دیں،

یا جس طرح بعض انبیا کا یہ معجزہ تھا کہ قربانی کرتے، اور آگ اس کو آسمان سے آکر کھا جاتی، آپ سے بھی کہا گیا کہ یہ معجزہ دکھ

اَلَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَا اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِيْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالَّذِيْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ (ال عمران ۱۹)

جن لوگوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو حکم فرمایا تھا کہ ہم کسی پیغمبر پر ایمان نہ لائیں، جبتک کہ وہ معجزۂ قربانی نہ لائے، جسکو آگ کھا جائے، کہدیجئے، کہ بیشک مجھ سے پہلے بہت سے انبیا بہت سی روشن نشانیاں لیکر آئے، اور یہ معجزہ بھی جسکو تم نے کہا، پھر تم نے ان کو کیوں قتل کیا اگر تم سچے ہو،

مختصر یہ کہ قرآن کی روشنی میں منکر کے بیان کردہ مدعا کی کوئی حقیقت نظر نہیں آتی اب ذرا منکر کا عظیم الشان دعویٰ خود اسی کے الفاظ میں ملاحظہ ہو،

"لیکن فلسفۂ قدیم وجدید کی یہ ساری بحثیں اس وقت کارآمد ہو سکتی ہیں، جب حضرت خاتم النبیین صلعم سے حسی معجزات کا جو خوارق عادات ہوتے ہیں، صدور ہوا ہو، لہذا اصلی بحث یہ ہے کہ اس قسم کے معجزے آنحضرت کو دیے بھی گئے تھے یا نہیں، قرآن اس سے انکاری ہے"

جواب یہ ہے کہ اگر بالفرض آنحضرت صلعم کو ایسا خرق عادت نہیں دیا گیا، تو تمام دوسرے انبیاء کو تو بقول معترض کے ایسے خوارق دیئے گئے تھے جنپر ایمان لانا ہر مسلمان کا فرض ہے، تو پھر اس خرق عادت کے امکان اور وقوع کے مباحث کو بیکار سمجھنا، کیا عقل سے انحراف نہیں، دوسری غلطی یہ ہے کہ خرق عادت کو وہ صرف حسی معجزہ کے ساتھ مخصوص سمجھتے ہیں، تو پھر کیا وہ معجزۂ قرآن کو خارق عادت نہیں سمجھتے، ان هذا العجاب بہرحال حسی معجزہ کے دعویٰ انکار کے ثبوت میں معترض کی پہلی دلیل ملاحظہ ہو،

وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ،

اور نشانیوں کے بھیجنے میں ہمیں کوئی چیز مانع نہ ہوئی بجز اسکے کہ اگلوں نے اسکو جھٹلایا،

لیکن اس آیہ کریمہ سے ان کا دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا، اس لیے کہ "بالآیات" پر الف لام داخل ہے، معترض شاید اسکو شاید الف لام استغراقی (یعنی کل کے معنی میں) قرار دیتا ہے، اور یہ معنی سمجھتا ہے کہ کل معجزات کے بھیجنے سے ہمکو صرف اس بات نے روکا کہ اگلے لوگوں نے جھٹلایا، لیکن صاحب فہم سمجھ سکتا ہے کہ یہ معنی کرنا قرآن کو مضحکہ بنانا ہے، تو کیا بعض معجزات اگر اللہ تعالیٰ بھیجدیتا تو اسکو رکاوٹ پیش نہ آتی، اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ الف لام عہد کا ہے، اور آیت کا ترجمہ یوں ہوگا "اور ان معجزات کے بھیجنے سے ہمکو صرف اس بات نے روکا کہ انکو اگلے لوگوں نے جھٹلایا" اب بالکل صاف ہے کہ اس آیت میں نفس معجزہ بھیجنے سے انکار نہیں، بلکہ ان معجزات کے دوبارہ بھیجنے سے انکار ہے جنکو اگلے جھٹلا چکے تھے،

پھر اگر اس آیت میں ہر قسم کے معجزات کا انکار ہے، تو کیا اس عموم میں خود قرآن پاک کا معجزہ بھی نہ آجائیگا، جسکو آپ بھی ازراہ لطف معجزہ

تسلیم کرسکتے ہیں، وہ کونسی دلیل ہے جس سے آپ حسّی اور غیر حسّی کی تقسیم کرینگے، اور تخصیص کرینگے کہ اس انکار سے صرف غیر حسّی معجزہ مراد ہے حسّی نہیں

دوسرے یہ کہ "بالآیات" "نرسل" کا بھی مفعول ہے، اور "کذب" کا بھی، جو وسعت "نرسل" کے مفعول

کو دیجائے گی، وہی وسعت "کذب" کے مفعول کو بھی ملنی چاہئے، اگر "ومامنعنا ان نرسل بالآیات" کے معنی یہ

ہیں، کہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی معجزہ حسّی نہ ملا، "الّا ان کذب بھا الاولون" کے معنی یہ ہونگے کہ

معجزۂ حسّی بھی اگلوں کے جھٹلانے سے باقی نہ بچا، اور یہ بات ناممکن الوقوع ہے، اس لئے کہ معجزات حسی کی کوئی

اب خواہ مخواہ ماننا پڑے گا، کہ "بالآیات" میں الف لام عہد ہے، اور "کذب بھا الاولون" نے

بتادیا کہ متکلم اور مخاطب کے ذہن میں گذشتہ انبیا کے معجزات ہیں، اور یہ ہم کو تسلیم ہے کہ اگلے انبیاؑ کو جو مخصوص معجزے

ملے تھے، ان میں سے کوئی خاص معجزہ انحضرت صلعم کو خاص طور سے نہ ملا، اور یہ کچھ ضروری بھی نہ تھا، کہ ہر زمانہ اور

ہر قوم کے حالات مختلف ہوتے ہیں، آیت بالا میں گویا اسی حجت کا جواب الزامی ہے، کہ آج جن نشانیوں کے

طالب ہو اور جنھیں تم معجزہ سمجھتے ہو، انھیں نشانیوں کو تو اگلے جھٹلا چکے ہیں، جھٹلائی ہوئی نشانیوں کے پھر

بھیجنے سے کیا فائدہ؟

اس دلیل کے بعد منکر بزعم خویش ایک اور زبردست دلیل انکار معجزہ کے ثبوت میں پیش کرتا ہے، ارشاد ہے

"اب علاوہ ان آیات کے (حالانکہ منکر نے انکار معجزہ کے ثبوت میں صرف ایک آیت "ومامنعنا الآیۃ"

پیش کی ہے) جو خاتم النبیین کو کسی حسّی معجزہ دیئے جانے کی نفی کرتی ہیں ایک ایسی آیت نقل کرتا ہوں جو اس

بحث کا قطعی فیصلہ کردیتی ہے، اور جسکو سید صاحب نے اپنی آٹھ سو صفحہ کی کتاب میں کہیں نقل نہیں کیا ہے[1]،

وَاِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰيَةٍ قَالُوْا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا،   اور جب انکے پاس کوئی نشانی نہ لایا تو انھوں نے کہا کوئی نشانی

کیوں نہ چنی،

اس میں تصریح کردیگئی ہے کہ جس قسم کی نشانی یعنی حسّی معجزہ وہ طلب کرتے تھے اس قسم کی کوئی نشانی خاتم النبیین

[1] معارف: مصنف سیرۃ اگر اس آیت کو معجزات کے سلسلہ میں ذکر کرتا تو قرآن پاک سے اسکی ناآشنائی کا اس سے زیادہ کوئی دوسرا ثبوت نہ

صلعم نہیں لائے تھے"

معترض کو معلوم ہونا چاہیے کہ سید صاحب اپنے رسول سے والہانہ محبت، اور انتہائی شیفتگی رکھتے ہیں،

جس پرادس نے ایک جگہ مضحکہ بھی کیا ہے، انھوں نے آٹھ سو صفحے ثبوت معجزات میں سیاہ کئے ہیں، نہ کہ انکار معجزہ

میں، اسلئے ان کا یہ اعتراض بے محل ہی نہیں بلکہ مضحکہ خیز ہے،

حیرت ہے کہ منکر نے اس آیت کو انکار معجزات کے ثبوت میں پیش کرنے کی کس طرح جرأت کی، یہاں آیت

سے مراد آیت قرآن ہے، نہ کہ آیت معجزہ، اور موقع و محل، سیاق و سباق اس پر دال ہے، اصل یہ ہے کہ کفار قرآن

کے متعلق کہا کرتے تھے، کہ یہ خدا کا کلام نہیں، بلکہ انحضرت صلعم کسی سے سیکھ لیتے ہیں،

اِنْ هٰذَا اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ،   نہیں ہے یہ مگر انسان کا قول،

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا   بیشک ہم جانتے ہیں جو یہ لوگ کہتے ہیں کہ (قرآن تو)

يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ،   آپ کو کوئی آدمی سکھا دیتا ہے،

اس لیے امتحان کے طور پر مخصوص مطالب کی آیات کا مطالبہ کرتے تھے، اور جب ان مزخرف مطالب کو

قرآن کا جامہ نہیں پہنایا جاتا تھا تو استہزا شروع کرتے تھے، اس دعویٰ کے ثبوت میں اسی آیۂ کریمہ کے بعد کی چند آیتیں نقل

کردیتا ہوں جس سے منکر کی قوی ترین دلیل کی قلعی کھل جائیگی، اور حقیقت آفتاب کی طرح سامنے آجائے گی، کہ یہاں

معجزات کا کوئی ذکر نہیں، قرآن کا ذکر ہے، اور لفظ آیت سے قرآن ہی کی آیتیں مراد ہیں،

وَاِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰيَةٍ قَالُوْا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا   اور جسوقت آپ ان کے پاس کوئی آیت نہ لائے تو انھوں نے

قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ هٰذَا   کہا کہ کوئی آیت کیوں نہ چن لی (گڑھ لی) کہدیجئے کہ میں

بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ   (اپنے دل سے کچھ نہیں جوڑتا) صرف اسکی اتباع کرتا ہوں جو

لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ، وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ   مجھپر میرے رب کی طرف سے وحی کیجاتی ہے، یہ دلائل ہیں تمہارے

فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ،   رب کی طرف سے اور ہدایت اور رحمت ان لوگوں کیلئے جو کہ

ایمان رکھتے ہیں اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسکی طرف کان

لگا دو اور چپ رہو شاید تم پر رحمت ہو،

الاعراف، ۹ / ۲۴

ناظرین نے دیکھا کہ ناقد کی پیش کردہ آیت کو معجزہ سے دور کا بھی لگاؤ نہین، اور اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے اگر یہ آیت انکار معجزہ کے لیے ہے، تو لازم آیگا کہ قرآن کے معجزہ ہونے سے بھی انکار کر دیا جائے، اسلیے کہ لفظ (آیۃ) کوئی نشانی عام ہے، اور عقلی و حسّی ہر طرح کی نشانیون کو شامل ہے، ایسی صورت مین ماننا پڑیگا کہ آنحضرت صلعم کو کوئی نشانی بھی نہ ملی، خواہ عقلی ہو خواہ حسّی، اور یہ قطعاً غلط اسلئے کہ قرآن آنحضرت صلعم کا زندۂ جاوید معجزہ موجود ہے جس کو آپ بھی تسلیم کرتے ہیں،

ان موانع کے باوجود اگر محض منکر کی خاطر سے ہم یہ بھی قبول کر لیں، کہ "آیت" سے مراد آیت حسّی ہی ہے جب بھی اُس کا دعویٰ قطعاً ثابت نہیں ہو سکتا، اسلئے کہ "لولا اجتبیتہا" کوئی نشانی کیوں نہ چن لی" سے صاف ظاہر ہے، کہ کفار کے چند خاص مطالبات پیش تھے جس کے پورا نہ کرنے پر از راہ تمسخر کفار نے کہا، کہ اتنے مطالبات سے کوئی مطالبہ تو چن لیتے، اس صورت میں بھی "وَاِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰيَةٍ" کے معنی صرف یہی ہونگے کہ کفار کی بعض مطلوبہ نشانیوں میں سے جب کوئی نشانی آپ نہ لائے، اور اس سے ہرگز یہ لازم نہیں آتا کہ نعوذ باللہ آنحضرت صلعم سرے سے معجزات ہی سے معرا تھے،

منکر کے اس مہتم بالشان دعویٰ کی بنیاد جن دلائل پر تھی اُن کی حقیقت اظہر من الشمس ہو چکی، اب ثبوت معجزہ کے متعدد دلائل میں سے چند دلیلیں بطور نمونہ پیش کرتے ہیں، قرآن میں ہے،

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ، (حدید ۲۷ / ۳)

بیشک ہم نے اپنے رسولوں کو کھلی کھلی نشانیوں کیساتھ بھیجا، اور اُن کے ساتھ کتاب اور میزان (قواعد عدل) نازل فرمائی تاکہ لوگ انصاف کو قائم رکھیں،

"بیّنٰت" کے ساتھ لفظ "کتاب" الگ موجود ہے، اس سے ثابت ہوا کہ کتاب کے علاوہ بینات یعنی معجز

نشانیاں تمام رسولوں کو ملتی ہیں، عقلی اور حسّی کا جھگڑا ہی ختم کر دیا، اب سوال صرف یہ ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے رسول تھے؟ اور آپ کو کتاب اور میزان عطا کیگئی تھی یا نہیں؟ جواب اگر اثبات میں ہے، تو یقیناً آنحضرت کو صاحب معجزات بھی ماننا پڑے گا، اور اگر نفی میں ہے تو بحث بیکار ہے، کیونکہ اب رسول اللہ صلعم کے معجزات کی جگہ، خود ان کی رسالت ثابت کرنی پڑیگی،

دوسری آیت ہے،

بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ، وَاِذَا ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ، وَاِذَا رَاَوْا اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُوْنَ وَقَالُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ، (صفت ۲۳ / ۱)

بلکہ آپ تو تعجب کرتے ہیں اور یہ لوگ تمسخر کرتے ہیں اور جب اُنکو سمجھایا جاتا ہے، تو یہ سمجھتے نہیں ہیں، اور جب کوئی نشانی دیکھ لیتے ہیں تو مسخرہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے،

آیت کی رو سے معجزہ کے سوا کچھ اور مراد ہی نہیں ہو سکتا، اس سے قطعی طور پر ثابت ہوا کہ کفار نے آنحضرت صلعم کے معجزات کو دیکھا،

تیسری آیت

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا۔

اور کفار سخت ترین قسمیں کھاتے ہیں کہ اگر کوئی نشانی آئے تو ضرور ایمان لائیں گے،

یاد رہے کہ سوال معجزۂ حسّی کا ہے، اور یہی موقع تھا کہ کفار کی قسم اور عہد و پیمان پر اعتماد کر کے سرور کائنات صلعم بلکہ مومنین نے بھی ظہور معجزہ کی خواہش کی، اب ذرا جواب ملاحظہ ہو،

قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ، وَنُقَلِّبُ اَفْئِدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا

کہدیجئے کہ نشانیاں تو بس اللہ ہی کے پاس ہیں اور تمہیں کون خبر دے، اے مسلمانو! کہ نشانیوں کے آنے کے بعد بھی کفار ایمان نہ لائیں گے، اور ہم انکی آنکھوں کو

بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۔ (انعام ع)

اور دلوں کو اسی طرح پھیر دینگے جسطرح پہلی بار وہ رسول پر ایمان نہ لائے، اور انکو انکی سرکشی میں بہکا ہوا چھوڑ دینگے،

"اَوَّلَ مَرَّةٍ" (پہلی بار) نے اچھی طرح واضح کر دیا، کہ آنحضرت صلعم کے عہد کے کفار آنحضرت صلعم کا کوئی معجزہ پہلے دیکھ چکے تھے،

اس آیت کے تقریباً دس آیت کے بعد ایک آیت اور بھی ہے،

وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ ۔ (انعام ۹/۱۲)

اور جب اُن کے پاس کوئی نشانی آتی ہے، تو کہتے ہیں ہم ہرگز ایمان نہ لائینگے، جبتک کہ ہمکو بھی ایسی ہی چیز نہ دیجائے جیسی اللہ کے رسولوں کو دیگئی،

چونکہ کفار کا سوال معجزۂ حسی کی نسبت تھا، اسلئے "آیت" کی تاویل آیت قرآنی یا معجزۂ عقلی یقیناً کوئی معنویت نہیں رکھتی، اور ناقابل تسلیم ہے، اور صاف معنی یہ ہیں کہ جب ان کفار کے پاس کوئی معجزہ حسب طلب دکھایا جاتا ہو تو کہتے ہیں کہ ہم اس پر بھی ایمان نہ لائینگے، جب تک ہم کو بھی وہ چیز نہ دیجائے جو پیغمبروں کو ملتی ہے،

کفار کا ایک مطالبہ یہ بھی تھا، کہ آپ کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا، جسکے جواب میں اُن سے کہا گیا تھا کہ اگر فرشتہ بھیجدیا جاتا، تو کام ہی ختم ہو جاتا، اور پھر انھیں اس شرارت اور سرکشی کی مہلت نہ ملتی،

وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ۭ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ۔ (انعام ۱)

اور کفار نے کہا آپ پر فرشتہ کیوں نہیں اتارا گیا، اور اگر ہم فرشتہ اوتارتے تو سارا قصہ ہی ختم ہو جاتا، اور انکو ذرا مہلت نہ ملتی،

ان کی طلب کے مطابق یہ معجزہ بھی انھیں دکھایا گیا، غزوات میں فرشتے اتارے گئے اور ٹھیک وہی ہوا جو کہا گیا تھا، یعنی کچھ ہی دنوں میں سارا قصہ ختم ہو گیا، یا تو لوگ قتل ہوئے، یا ایمان لائے، رہا یہ کہ انھوں نے اپنی آنکھوں سے فرشتوں کو دیکھا بھی یا نہیں، اس کے لیے تاریخی شہادت کے علاوہ قرآن کی گواہی بھی موجود ہے،

قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ۭ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ ۔ (اٰل عمران ۳/۲)

بیشک تمھارے لیے ایک نشانی تھی ان دونوں جماعتوں میں جو کہ باہم مقابل ہو گئیں، ایک تو وہ جماعت جو خدا کی راہ میں جہاد کرتی تھی، دوسری جماعت کافروں کی جو مسلمانوں کو اپنے سے دوگنا دیکھ رہی تھی آنکھیں کھول کھول کر

سوال یہ ہے کہ اس چشم سرسے برای العین ایک ہزار کفار کو تین سو مسلمان ان سے دوگونہ نظر آئے یہ کس طرح ہوا؟ منکر کچھ اور مانے یا نہ مانے یہ تو مانے گا کہ خدا کی قدرت سے مسلمانوں کی تعداد میں کوئی جسمانی اضافہ یا کفار کی آنکھوں میں کوئی حسی انقلاب ہوا، اب منکر اور کیا چاہتا ہے،

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بڑا اور زبردست معجزہ "معجزۂ شق القمر" ہے، جس کی تاویل لایعنی سے منکر نے انصاف کا خون کر دیا ہے، حالانکہ اسکی صحت اور قطعیت یقینی ہے، قرآن کہتا ہے،

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۔ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۔ (قمر)

قیامت قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا، اگر کفار کوئی نشانی (معجزہ) دیکھ لیتے ہیں تو منھ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو جادو ہے جو ہمیشہ سے ہوتا چلا آیا ہے،

کفار جب معجزۂ شق القمر دیکھ کر بھی ایمان نہ لائے، تو خداوند عالم نے فرمایا کہ قیامت قریب آگئی، اور یہ نادان اتنا بڑا معجزہ (شق قمر) دیکھ کر بھی ایمان نہ لائے اور کہتے ہیں کہ یہ تو جادو ہے، حالانکہ اس معجزہ کو دیکھکر تو انھیں ڈر جانا چاہئے تھا، کہ اب نظامِ عالم میں درہمی و برہمی شروع ہو گئی، کہ یہ چھوٹا انقلاب آسمان بڑے انقلابِ آسمانی کا پیش خیمہ ہے، لیکن منکر کا اجتہاد اور دعوی بلا دلیل ملاحظہ ہو کہ

"قیامت جوں ہی قریب آئے گی چاند پھٹ جائیگا، اور اگر وہ قیامت کی کوئی نشانی دیکھ لینگے تو بھی منھ پھیر لینگے، اور کہینگے یہ تو جھوٹ ہے جو ہمیشہ سے چلا آرہا ہے"،

یہ دور از کار اور بعید از فہم تاویلیں بوجوہ چند باطل ہیں،

۱- ایک تو یہ کہ منکر بے ضرورت اور بغیر دلیل، ماضی کو مستقبل کے معنی میں لیتا ہے،

۲- یہ کہ تصریحات قرآنی کے خلاف منکر یہ کہتا ہے کہ "قیامت جوں ہی قریب آئے گی" یعنی ابھی قیامت قریب نہیں آئی ہے، حالانکہ دوسرے مقامات پر بھی مذکور ہے کہ قیامت قریب آگئی، مثلاً

فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ — پھر آپ کے آگے سر ہلا ہلا کر کہینگے کہ وہ دن (قیامت) کب ہوگا،

مَتٰى هُوَ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا، — آپ فرمادیں کہ بس قریب ہی آپہنچا،

اس لیے اگر قرآن کی تصریحات کے مطابق یہ تسلیم ہے کہ قیامت قریب آگئی، تو پھر یہاں ماضی کو مستقبل کے معنی میں کیوں کھینچتے ہیں، ماضی کو ماضی کے معنی میں رہنے دیجئے،

اور اگر یہ کہا جائے کہ قیامت کے قریب آنے میں تو شک نہیں، مگر یہاں غایت قرب قیامت مقصود ہے یعنی قیامت جب بہت ہی قریب آجائے گی تو جس طرح آسمان وغیرہ پھٹے گا چاند بھی پھٹ جائیگا، تو پھر دوسری آیت وان یروا اٰیۃ یعرضوا الآیۃ بے معنی ہوئی جاتی ہے، اس لیے کہ ایسی آیات قیامت کے ظہور کے بعد اعراض و انکار کیا معنی؟ کفار تو گھبرا گھبرا کر توبہ کرینگے، لیکن توبہ کا دروازہ بند ہو جائیگا، قرآن میں متعدد جگہ تفصیل ہے،

وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ — اور جس دن کہ آسمان بدلی کیساتھ پھٹ جائیگا، اور فرشتے

الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا، اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ — (زمین پر بکثرت) اتارے جائینگے اس دن حکومت خدا

اِلْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ — ہی کی ہوگی، اور کافروں پر وہ دن بڑا سخت

عَسِيْرًا، (الفرقان پ ۱۹) — ہوگا،

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ — یہ لوگ اس امر کے منتظر ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آئیں

اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ — یا آپ کا رب آئے، یا آپ کے رب کی نشانیاں آئیں،

يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ — جس دن آپکے رب کی بعض نشانیاں (آیات قیامت)

نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ — آجائینگی کسی ایسے شخص کا ایمان اس کے کام نہ آئیگا،

اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا، (انعام پ ۸) — جو قبل سے ایمان نہ لایا ہو یا اپنے ایمان میں نیک کام نہ کیا ہو

غرض آیات کے ظہور کے بعد کفار کی پریشانی، خوف، گھبراہٹ، بیخودی، از خود رفتگی قرآن سے ثابت ہے، لیکن ناقد آیاتِ قیامت کے ظہور کے بعد کفار کی طمانیت قلب، سکون و اطمینان اور سرکشی کی پیشینگوئی کر رہا ہے، جو یقیناً قابل تسلیم نہیں،

۳- تیسرے یہ کہ اگر آیت سے مراد آیت الساعۃ ہے، تو یہ اعراض و انکار کس کے مقابلہ میں ہوگا؟ کیا سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پھر دنیا میں تشریف لائینگے؟ یا کوئی نبی محض اس غرض سے مبعوث ہوگا کہ قیامت کی نشانی شق قمر کے ظہور پر کفار کو ڈرائے، اور لوگ اس پر بھی نہ مانیں اور یہ کہکر ٹال دیں کہ یہ تو جھوٹ ہے جو ہمیشہ سے ہوتا رہا ہے، کیونکہ اعراض و انکار کے معنی تو یہی ہیں کہ کسی مدعی نبوت، کسی بشیر و نذیر، کسی داعی الی الحق کے مقابلہ میں ہو، ورنہ یوں تو دنیا میں آئے دن انقلابات ہوتے رہتے ہیں، اکثر محیر العقول باتیں پیش آتی رہتی ہیں، قدرت خداوندی کے عجیب و غریب کرشمے ہر روز دیکھنے میں آتے ہیں، لیکن نہ کوئی اعراض کرتا ہے نہ انکار نہ کوئی سحر کہتا ہے نہ جادو،

۴- سحر کلام مزور اور جھوٹی بات کے لیے قرآن میں کیا، کلامِ عرب میں بھی ہرگز مستعمل نہیں ہوا ہے، اور جو دو ایک آیتیں پیش کیگئی ہیں ان میں بھی جادو ہی مراد ہے، اور اگر ہم تھوڑی دیر کے لیے ان کی یہ "تحقیق انیق" مان بھی لیں تو پھر یہ کہنا ہے کہ "شق قمر" نہ قول ہے، نہ گفتگو، نہ روایت نہ کلام مزور کہ اس کے لئے سحر کا استعمال جھوٹ کے معنی میں درست و بامعنی ہو، یہاں تو مشاہدہ اور رویت کا ذکر ہے، مشاہدہ اور رویت کو جھوٹ کہنے کے کیا معنی، اس کو فریب نظر کہہ سکتے ہیں، جادو کہہ سکتے ہیں، شعبدہ کہہ سکتے ہیں، مگر اس کو جھوٹ کہنا تو خود جھوٹ ہے،

۵- ان دونوں آیتوں کے بعد اسی جگہ تیسری آیت بھی وقوعِ معجزہ کی شاہد موجود ہے،

وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ، — اور ان لوگوں نے (رسول کو) جھٹلا دیا، اور اپنی نفسانی خواہشوں کی پیروی کی، اور ہر بات قرار پکڑنے والی ہے،

یعنی اتنا بڑا معجزہ دیکھکر بھی کفار نے رسول کو جھٹلا دیا اور اپنے ہوائے نفسانی کی پیروی کی، کیا یہاں بھی منکر

ماضی کو مستقبل کے معنی میں لے گا؟ اگر لیگا تو پھر وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ کے کیا معنی؟ کیا ظہور آیات قیامت کے بعد بھی کفار کو اتباع ہوائے نفسانی کی مہلت ملے گی؟ کیا قرآن پاک سے یہ ثابت کیا جاسکتا ہے،

اب ہمیں ناقد کے بعض جوابات کی نوعیت کے متعلق جو علامہ سید سلیمان ندوی کے براہین ساطعہ کے رد میں ارشاد فرمائے گئے ہیں، سرسری طور پر کچھ عرض کرنا ہے،

مثلاً آنحضرت صلعم کی امیت کے متعلق ناقد کا یہ ارشاد:-

"اگر امیت معجزہ ہے تو اس میں جملہ عرب شریک تھے اس لئے کہ وہ سب امی تھے"

قطعاً ناموزوں اور سراسر بے ادبی ہے، اس لیے کہ آپ کی امیت اس اعتبار سے معجزہ ہے، کہ باوجود امیت آپ نے ایسے کارہائے نمایاں انجام دیئے، وہ محیر العقول کارنامے سرانجام کو پہنچائے، جو آج تک آفتاب کی طرح روشن ہیں، اور یہ امیت وہ بھی جس پر خداوند تعالیٰ نے ناز فرمایا ہے،

غلبۂ روم کی پیشین گوئی یا دیگر پیشین گوئیاں اور اخبار بالغیب کے متعلق ناقد کا یہ فرمانا کس قدر مہمل ہے کہ "وہ سب کی سب اگر وجہ اعجاز ہوسکتی ہیں تو قرآن کے لئے جس نے ان امور کا بیان کیا ہے، نہ کہ رسول کیلئے" تو پھر حضرت ناقد قرآن کو بھی آنحضرت صلعم کا معجزہ ماننے کی زحمت کیوں گوارا کرتے ہیں، وہ اگر معجزہ ہے تو قائل کا، اور وجہ اعجاز ہے تو بھیجنے والے کے لئے، نہ کہ رسول کے لئے، اور پھر قرآن کی پیشین گوئیوں کی وجہ سے بقول آپ کے کفار آنحضرت صلعم کو کاہن اور ساحر کیوں کہتے تھے، یہ سب بھی قرآن ہی کو کہنا چاہئے، لیکن جب آپ قرآن کی بنا پر نعوذ باللہ کاہن و ساحر کہے جاسکتے تھے تو بصورت صدق صادق و معجز بھی کہے جاسکتے ہیں،

میدان جنگ میں فرشتوں کی امداد، پانی کا برسا دینا وغیرہ کھلے کھلے معجزات کی یہ تاویل کس درجہ مضحکہ خیز ہے، کہ "یہ سب نصرت و تائید الٰہی تھی" لیکن سوال یہ ہے کہ کس کے لیے؟ اور آیا خارق عادت کے طور پر یا بلا خرق عادت؟ پھر کیا کوئی معجزہ بغیر نصرت و تائید الٰہی کے بھی صادر ہوتا ہے؟ اس غیر معمولی اور فوق العادت نصرت و تائید الٰہی کا دوسرا نام تو معجزہ ہے، اگر یہ معجزات محض نصرت و تائید الٰہی ہیں تو عصائے موسیٰ وغیرہ بھی نصرت و تائید الٰہی میں

شامل ہیں، ان کو بھی پھر معجزہ نہیں کہا جاسکتا ہے، اسی طرح سرور کائنات صلعم کے دوسرے معجزات کے متعلق ناقد نے محض تاویل اور توجیہ پر اکتفا کی ہے، کوئی تردید نہ کرسکا، اس لئے تاویل کی تردید عبث ہے، اس کا ثبوت حضرت ناقد کی تحریر ہے، جس کو فاتحانہ انداز سے تھوڑی ترمیم کے ساتھ خود انھیں کی خدمت میں پیش کرنے کا فخر حاصل کرتے ہیں، کہ

"سرور کائنات صلعم کے معجزات کا انکار آسان نہیں، یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ کٹر سے کٹر منکر بھی اس کے ماننے پر مجبور ہو جاتا ہے، کیونکہ آپ کے بہت سے معجزات قرآن سے ثابت ہیں" اور قرآن تواتر سے، اور تواتر مشاہدات میں ہے اور مشاہدات یقینیات سے، یہ دوسری بات ہے کہ کوئی دور کی توجیہ نکال لے، جس طرح فرعون اور آل فرعون حضرت موسیٰ کے معجزات کو دیکھکر انکار نہ کرسکے، بلکہ ان کو جادو کہنے لگے، سورہ نمل میں ہے، وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا، (انھوں نے زبان سے انکار کیا، مگر دل میں مان گئے)

اسی طرح ناقد نے سرور کائنات صلعم کے ہر ایک معجزہ کی ایک تاویل اور ایک توجیہ کرلی، تو ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ سرسید مرحوم اس سے زیادہ یہ کام کرچکے ہیں، آپ تو صرف محمد رسول اللہ صلعم کے حسی معجزات کے منکر ہیں، اور وہ تو سارے پیغمبروں کے حسی معجزوں کے منکر تھے، اب اس قسم کی روشن خیالی کا دور گذر چکا، اور اس حقیقت کو جسکو منکر نے اب جانا ہے، عیسائی مشنری اس سے سالہا سال قبل جان چکے تھے، فاعتبروا یا اولی الابصار،

بنگال مین علمِ حدیث

از

مولانا حکیم حبیب الرحمن صاحب سابق اڈیٹر جادو ڈھاکہ

یاد ہوگا کہ معارف مین "ہندوستان مین علم حدیث" کے عنوان سے ایک سلسلہ مدت تک نکلتا رہا، اسی تقریب سے ہم نے اپنے فاضل دوست حکیم حبیب الرحمن صاحب کو جنکو بنگال اور جادو کی مناسبت اور اردو کے انشاپرداز ہونے کے لحاظ سے ساحر بنگالہ کہا کرتے ہین، تکلیف دی تھی، کہ وہ بھی اپنے صوبہ کے متعلق کچھ لکھین، چنانچہ انھون نے ایک خط مین کچھ حالات لکھے تھے، جواب شائع ہوتے ہین،

موصوف بنگال کی عربی و فارسی، اور اردو تین زبانون کی تصنیفات کی مفصل فہرست لکھنا چاہتے تھے، اسکا نام مینے تین کی مناسبت سے "ثلاثۂ غسالہ" کہا تھا، اور اسمین دوسری مناسبت یہ تھی کہ حافظ نے سلطان بنگال کے نام جو غزل لکھکر بھیجی تھی، جس کا ایک شعر یہ ہے،

شکر شکن شوند ہمہ طوطیانِ ہند زین قندِ پارسی کہ بہ بنگالہ می رود،

اس کا مطلع یہ ہے،

ساقی حدیث سرو و گل و لالہ می رود وین بحث با ثلاثۂ غسالہ می رود،

"معارف"

مخدومی و مکرمی:-

ثلاثۂ غسالہ تہی رہے گا کہ اس کو بنگالہ سے خاص تاریخی مناسبت ہو، اگرچہ نام مین قدامت ہو لیکن

کام کی نوعیت قدامت سے کب خالی ہے،

"بنگالہ اور علم حدیث" کے متعلق اتنا مواد کہان کہ لکھ سکون، جو کچھ میسر ہے، پیش کرتا ہون، آپ اپنے طور لکھ لیجئے کہ فرض کفایہ میرے سر سے اُتر جائے،

غالباً بانکی پور کی پوری فہرستین آپکے یہان نہین ہین، براہ کرم (میرا خیال صحیح ہو) تو منگوا لیجئے، میرے پاس ہے لیکن یونیورسٹی کی ملکیت ہے، اپنی نہین ہو، ہان خاص کر جلد ۵ کے (دونون حصے) متعلق علم حدیث خوب چیز ہے بانکی پور لائبریری مین ایک جلد صحیح بخاری کی ہے، جسے محمد بن یزدان بخش شروانی نے ایکدالہ مین لکھا ہے یکدالہ مین اختلاف ہے، ایک یکدالہ ضلع مالدہ مین ہے، اور ایک یکدالہ ضلع ڈھاکہ مین ہے، بہر حال یہ صحیح ہے کہ بنگال مین ہے، محمد بن یزدان بخش المعروف بہ خواجگی شروانی نے اس نسخہ کو خود لکھکر علاء الدین حسین شاہ بادشاہ بنگالہ کی خدمت مین پیش کیا ہے، یہ بادشاہ سادات مین سے ہے، اور اوس کی حکومت ۹۰۵ھ تا ۹۲۷ھ رہی ہے، اس نسخہ پر جو عبارت ہے، اوسکی نقل بھیجتا ہون، اس سے دیگر امور پر بھی روشنی پڑے گی، اور خود خواجگی شروانی کی قابلیت پر بھی روشنی پڑے گی، اور ثابت ہوگا کہ فرنگی محل کیطرح پندرہ پارے نہین بلکہ پوری صحیح بخاری خزانہ سلطانی مین موجود تھی،

عبارت منقولہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمایئے،

دوسرا واقعہ صرف اس قدر ہے، کہ بنگال کے قدیم دار الحکومت سنارگاؤن مین ایک عظیم الشان مسجد موجود ہے، یہ مسجد سابق الذکر حسین شاہ کے بیٹے نصرت شاہ حسینی کے عہد مین حسین شاہ کے انتقال کے ٹھیک ایک برس بعد بنی ہے، بانی اس کے ملک الامراء تقی الدین ابن عین الدین المعروف مبارک ملا ابن مجلس مختار ابن مجلس منور ہین، کتبہ کی عبارت کی نقل حاضر ہے، کتبہ نمبر ۲ ملاحظہ فرمایئے، اس سے قدیم اور اس عہد کی دیگر شاہی کے کتبات میرے ذخیرے مین ہین، اس مین ایک ایسا لفظ ہے جو اور کسی کتبہ مین نہین، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دور سادات مین علم حدیث کا چرچا ہو چکا تھا، اور محدث ہونا شرف سمجھا جاتا تھا، ورنہ اس عہد کے دیگر

عنا، (اوس کے پہلے بھی) دانشمند کہلاتے تھے، اور علم دانشمندی فقہ کا دوسرا نام تھا، چنانچہ اس مسجد مذکور کے جوار
مین بھی حضرت ابراہیم دانشمند کا مزار ہے، اور اب تک بیزار و تبرک بہ ہے

تیسرا واقعہ ذہن سے اوتر گیا، صرف اتنا پڑھا ہے، کہ حضرت مخدوم الملک کی تعلیم و ترتیب سنارگاؤن
مین ہوئی تھی، سسرال اور ننہیال سنارگاؤن مین تھی شمس العلماء نواب امداد امام صاحب سے دریافت فرمایئے
وہین کا وہ مضمون تھا، اور وہی ماخذ بتلا سکین گے،

اس کے بعد بنگال مین علم حدیث کا کوئی چرچا نہین رہا، حتیٰ کہ کمپنی کے اشارے سے مولوی سید
صدر الدین موسوی نے بہار مین جو مدرسہ بنایا تھا، اسمین حدیث کی تعلیم کا ذکر بھی نہین تھا کیونکہ اوسی خاکہ پر ہسٹنگز
نے کلکتہ مین مدرسۂ عالیہ بنایا، منشاء صرف صدر الصدور، صدر اعلی، صدر امین، مفتی عدالت قاضی عدالت پیدا
کرنا تھا، اس لئے نصاب مین حدیث کی ایک کتاب بھی نہ تھی، آپنے صحیح تحریر فرمایا بہار مین مولینا بحر العلوم نے
صرف ایک ہی کتاب لکھی، اور وہ ہدایۃ الصرف ہی، بہت پیچھے بردوان مین حدیث کا چرچا ہوا، لیکن اس کے
بانی مولانا محمد بردوانی تھے، جو میان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قدیم شاگرد تھے، اب جو کلکتہ مدرسہ مین سال پنجم
کے نام سے تاج المحدثین وغیرہ کا درجہ کھلا ہے، یہ ابھی حال کی بات ہے، اور اب جو چرچا تھوڑا بہت ہو رہا ہے
یہ صرف دہلی اور دیوبند کی برکت ہے، اور اربعین کے نام سے جو دو چار رسالے چھپے ہین، اون کی عمر ۲۵/۳۰
برس سے زیادہ نہین، کثرت مدارس کی وبا کے ساتھ اگر کوئی امر میرے لئے باعث مسرت ہے، تو صرف اتنی
کہین کہین (نن ایڈڈ) کسی مدرسہ مین دورہ صحاح ستہ کا بھی انتظام ہے، اور یہ سلسلہ بنگال سے گذر کر آسام تک
جا پہنچا ہے، چنانچہ مولینا حسین احمد اسکی شہادت دے سکتے ہین،

۱۳۰۰ھ مین شاہ نوری قدس سرہٗ نے ڈھاکہ مین کبریت احمر لکھی ہے، اسمین اونھون نے اپنی طالب علمی کے
ذکر مین حدیث مین مشارق الانوار اور منطق مین شرح مطالع کے اسباق کا ذکر کیا ہے،

آمدم بر سر مقصود، عام محدثین ہندی کے متعلق عرض ہے،

مدارج الاخبار از شیخ مبارک بن ازرانی الزنگی البنارسی، ناقص نسخہ (۳۶۴) بانکی پور مین ہے،
صحاح ستہ سے مصابیح کی طرح برعایت ابواب فقہی لکھی ہے،

معلوم نہین یہ صاحب کون تھے؟

کتاب فی الحدیث (۳۸۱) اس کے اخیر مین درج ہے،

"تمام شد این کتاب بتاریخ ۱۴ شہر جمادی الثانی روز چہارشنبہ ۱۱۴۹ھ راقمہ فقیر ملا محمد ابراہیم حصاری
غفر اللہ ذنبہ برائے خواندن عصمت پناہی مریم مکانی بی بی عایشہ بنت اقبال و اجلال پناہ ابراہیم چلپی
طال عمرہ"

اس اشاعت حدیث کی طرف توجہ مبذول کیجئے،

پھر زبدۃ الانظار (۴۵۷) پر بھی نظر کیجئے، اصول حدیث مین ہے، اس کے مصنف ہین تقی
بن شاہ محمد بن عبد الملک لاہوری، فہرست نگار کہتے ہین، کہ بارہوین صدی کے کوئی بزرگ تھے، مگر ثبوت، ؟
تحقیق فرمایئے کہ ہندی ہین،

آپنے شاید شیخ محمد بن شیخ پیر محمد بن شیخ ابو الفتح بلگرامی کا ذکر نہین فرمایا ہے، (معارف نمبر ۱ ایک صاحب
لیگئے ہین، اور تقاضا پر بھی نہین دیتے اس لئے ٹھیک نہین کہہ سکتا،) ان کا قلمی ایک نسخہ بخاری شریف
(۱۳۹) بانکی پور مین ہے، یہ صاحب ۱۱۵۹ھ مین تھے، اور شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ کے تلامذہ مین تھے اسی
نسخہ کو محمد ناصح نے ۱۱۸۶ھ مین اعراب لگا کر شاہ عالم بادشاہ کو پیش کیا ہے،

شرح الاربعین کے بارے مین (۲۳۵) فہرست نگار کی عبارت دیکھئے،

"شارح (ایک ہندوستانی فاضل) دیباچہ مین کہتا ہے، کہ اُس نے اربعین کو محمد بن عصمت اللہ بن محمود البخاری
کو پڑھا تھا جو دسوین صدی ہجری کے ایک صاحب علم اور حاشیہ علی شرح ملا جامی" کے مصنف ہین، موجودہ شرح کی
تاریخ تحریر جیسا کہ کتاب مین درج ہے، ۱۰۱۰ھ ہجری ہے،

آخر یہ کون صاحب ہین ؟

ملا عبد القادر بدایونی نے بھی اس فن مین ایک کتاب لکھی تھی، مگر میری نظر سے نہین گذری، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دورۂ اکبری مین حدیث کا کچھ نہ کچھ چرچا ہوا تھا، شاید شیخ الاسلام حضرت سلیم چشتی رح کے بارے مین ملا... اون کی تحصیل حدیث در مکہ کے متعلق بھی کچھ لکھا ہو، میرے پاس ایک نسخہ شمائل ترمذی کا ہے، اس کو مشہور امام کبیر ملا یعقوب صیرفی کشمیری کے بیٹے کبیر حسن نے لکھا ہے، ۹۸۵ھ کی کتابت ہے، اور کاتب نے کہین کہین حاشیہ بھی لکھا ہے، کہنا یہ چاہتا ہون کہ حضرت مجدد اور مولانا عبد الحق دہلوی کی آمد آمد کیلئے زمانہ طیار ہو رہا تھا، ہان ذہبی کی کتاب الکاشف فی رجال الستہ امام ذہبی کی میرے یہان ہے، اور بہت نادر نسخہ ہے، اخیر صفحہ میری غفلت مجرمانہ سے ضائع ہو گیا، اوس پر (صفحۂ اول) مولانا عبد الحق کے والد ماجد مولٰنا سیف الدین نے اپنے قلم سے ایک عبارت تحریر فرمائی ہو یعنی اس وقت علم حدیث کی طرف لوگون کا رجحان شروع ہو گیا تھا،

مولانا رفیع الدین صفوی محدث بدایونی کا مزار آگرہ مین ہے، اور یہ سنکر آپ میری طرح بیحد خوش ہون گے کہ کئی کئی بار کوشش ہوئی کہ اُن کے مزار پر گنبد بنایا جائے، لیکن کبھی کامیابی نہ ہوئی، یہ آگرے کے تمام بدعتیون نے مجھ سے بیان کیا، کیا آپ کو معلوم ہے کہ سارے ملک مین جتنی بدعتین ہوتی ہین، اون سے المضاعف صرف ایک آگرے مین ہوتی ہین،

اللہ پاک آپ کو اس مین کامیاب فرمائے،

آپنے میرے متعلق جن الفاظ کا استعمال فرمایا ہے، اوس کے لئے شرمندہ ہون اور ثلاثہ غسالہ کے بارے مین جو ارقام فرمایا ہے، اُس پر تشکر،

بخاری شریف کی عبارت ایک حاضر الوقت طالب علم سے نقل کرائی ہے، یہ صاحب عربی کے ایم اے مین پڑھتے ہین، بہرحال مجھ سے صاف لکھتے ہین، این ہم غنیمت ہست،

والسلام۔

نقل از نسخۂ بخاری کتبخانہ بانکی پور

والحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ علی رسولہ محمد وآلہ وصحبہ وعترتہ والسلام قد حصل الفراغ من تنميق هذا الكتاب الجامع الصحيح للبخاری بعون اللہ وتوفيقه يوم الاربعاء المبارك الثانی من شهر جمادی الاولی سنة احدی عشر وتسعمائة علی يد الفقير الحقير محمد بن يزدان بخش المعروف بخواجكی الشروانی غفر له اللہ ولوالديه ولمن دعا له بالتوبة والمغفرة ولجميع المسلمين آمين رب العالمين وقد هذبت هذه النسخة الشريفة برسم خزانة السلطان الاعظم الخليفة المعظم الذی لا يوازن ولا يوازی وهو غنی ان يباهی واجل ان يباهی واعظم من ملك البلاد وساس العباد شانا واعلاهم منزلا ومكانا واندا هم راحة وبنانا واشجعهم جاشا وجنانا واقواهم دينا وايمانا وارفعهم سيفا وسنانا وابسطهم ملكا وسلطانا اشملهم عدلا واحسانا من شيد قواعد الدين بعد ان كادت تنهدم واستبقی حشاشة الكرم حين ارادت ان تنهدم ورفع رايات المعالی اوان ناهزت الانتكاس وجدد مكارم الشريعة وقد آذنت بالاندراس علاء السلطنة والخلافة والسيادة والدين غياث الاسلام والمسلمين كهف الثقلين ظل اللہ فی الخافقين مؤذرات عوائد السنی والعوارف العلیٰ ابو المظفر حسين شاه بن سيد اشرف الحسينی خلد اللہ ملكه سلطانه واعلی امره وشانه۔ شعر:-

من ام بابك لم تبرح جوارحه

تروی احاديث ما اوليت من منن

فالعين عن قرة والكف عن صلة

والقلب عن خير والسمع عن حسن

الذی تشرف صفائح صحائف الكون بمحاسن آثاره۔ وشق علی الكاسرة الدهر

وقیاصرۃ العصر شق غبارہ، واوجب علی نفسہ القدسیۃ ان لا یحکم الا بالعدل فجعل

البرایا فی ظلہ مستبشرین بنعمۃ من اللہ وفضلہ۔ شعر

فمادام جدوا لا یقلب کفہ

فلا خلق من دعوی المکارم من حل

ومادام فی الھیجاء یھز حسامہ

فلا ناب فی الدنیا للیث ولا شبل

رب کما جعلت اشعۃ شموس معدلتہ رافعۃ اظلام الظلم عن کافۃ الانام

اجعل خیام بقائہ مشددۃ باوتاد الابد واطناب اطناب الدوام بجدہ الھاشمی القرشی

محمد علیہ افضل الصلوۃ واکمل السلام وعلی آلہ وصحبہ الکرام وعترتہ العظام۔ شعر

بقاؤک للاسلام عز مؤبد،

فدم وابق للاسلام ماذر شارق

بدار السلطنۃ والخلافۃ یکدلہ حرسہا اللہ تعالی عن الآفات۔

نقل کتابہ مسجد سنارگاؤں (ڈھاکہ)

قال اللہ تعالی ان المساجد للہ فلا تدعو مع اللہ احدا قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من بنی مسجدا

یبتغی بہ وجہ اللہ بنی اللہ لہ مثلہ فی الجنۃ۔ بنی ھذا المسجد للہ فی عہد السلطان المعظم المکرم السلطان

ابن السلطان ناصر الدنیا والدین ابو المظفر نصرت شاہ السلطان ابن حسین شاہ السلطان

الحسینی خلد اللہ ملکہ وسلطانہ وبناہ لوجہ اللہ مع بیت السقایہ ملک الامراء والوزراء

قدوۃ الفقہا والمحدثین تقی الدین ابن عین الدین المعروف مبارک ملا ابن مجلس مختار ابن

مجلس سرور سلمہ اللہ تعالی فی الدارین فی سنۃ تسع عشرین وتسعمائۃ سنۃ ۹۲۹ھ

میر مظفر حسین ضمیر کی مرثیہ گوئی

از سید طالب علی بی اے، الہ آباد

"ہماری زبان کی ادبی تاریخ میں مرثیوں کا ایک خاص مرتبہ ہے، اور افسوس ہے کہ مولنا شبلی مرحوم کے سوا جنھوں نے موازنہ میر انیس لکھکر اس صنف ادب کی خدمت کی ہے، کسی اور صاحب قلم نے ادھر توجہ نہیں کی، ضرورت ہے، کہ مرثیوں کی ایک ادبی تاریخ ہماری زبان میں لکھی جائے، جس میں ہر شاعر کے خصوصیات وامتیازات پر پوری بحث کیجائے، ذیل کا مضمون اسی کی تحریک کی خاطر ان صفحات میں ہم شائع کر رہے ہیں،

"معارف"

اگر اردو مرثیہ گوئی ایک زندہ ہستی مان لیجائے، اور اسکی حیات کے مختلف ٹکڑے کئے جائیں، تو سودا، میر، سکندر اور افسردہ اُس دور زندگی کے رکن ٹھہرینگے جبمیں طفلی کی منزلیں ختم ہورہی ہیں، اور جوانی کا رنگ نکھرتا آتا ہے، ہاشمی، مرزا، سیدا، بحری، ولی اور حیدری بچپن کے چھ سال معلوم ہونگے، شیر خواری کے دو سال شامل کر لیجئے تو ضمیر، خلیق، فصیح اور دلگیر بارہ سے سولہ سال تک کا مرقع دکھائی دینگے،

ضمیر نے اردو مرثیہ کا عنفوان بھی دیکھا ہے اور شباب بھی انھوں نے حسن واثر کے اس مجسمہ کو سجایا بھی ہے اور پروان بھی چڑھایا ہے،

ضمیر کے اولیات حسب ذیل ہیں،

۱۔ شمالی ہند میں ضمیر ہی غالباً سب سے پہلے شاعر ہیں جنھوں نے اپنی ساری عمر مرثیہ گوئی اور مدح اہلبیت کے لیے وقف کردی، اور اس فن کو اتنی ترقی دی کہ انشاء اللہ خاں ہوتے تو اپنے اس جملہ کی معافی مانگتے کہ بگڑا شاعر مرثیہ گو ہوتا ہے

۲۔ مرثیہ کے لیے مسدس کی شکل مستقل ہو گئی، ان سے پہلے سودا، میر، حیدری، افسردہ اور سکندر کے یہاں بھی مسدس مرثیے ہیں، مگر اس وقت تک التزام نہ تھا، خود ضمیر نے بھی رباعیاں، سلام، قطعات اور مخمس بھی کہے ہیں مگر بہت کم، بیت میں قوافی کی قید بھی غالباً انھیں کے زمانے سے ہوئی، بہرکیف مرثیہ گوئی کو فن کی حیثیت سے استقلال کی قوت ضمیر ہی نے بخشی،

۳۔ نفیس مضامین کا اضافہ کرکے، رزم اور بزم کو سمو کر، ضمیر نے بہت سی نئی راہیں نکال دیں جس کے بعد اب تک سو برس کے عرصہ میں بہت کم اضافہ ہو سکا ہے،

الف۔ تشبیب کی جگہ چہرہ، جس میں کبھی شاعرانہ تعلی ہوتی ہے، کبھی خالق سے دعائیں کیجاتی ہیں، کبھی خزاں یا بہار یا کسی جذبہ کی تصویر کشی ہوتی ہے، کبھی مناظر قدرت صبح، شام، دوپہر، شام اور شب کے جلوے دکھائے جاتے ہیں، کبھی کسی نظریۂ عقیدت کی تشریح ہوتی ہے، غرض قصیدے کی تشبیب کی طرح چہرہ کا دامن بھی نہایت وسیع ہے، ہاں سوقیانہ خیالات، بوالہوسی کی داستان اور نقلی عشق کے کارناموں کی چھاں البتہ کہیں پڑنے نہیں پاتی،

ب۔ رخصت ماں سے، بیوی سے، بہن سے، بھائی سے، پھوپھی سے، بھتیجی سے، باپ سے، بیٹے سے، احباب سے، آقا سے، غرض رخصت کا ہر جزو تیر و نشتر کا کام دیتا ہے اور اسی جگہ شاعر کے مشاہدات، نفسیات، مطالعہ، دقت نظر اور حسن بیان کا کمال ظاہر ہوتا ہے، جذبات کے نازک نقوش سپرد قلم کئے جاتے ہیں، اور جو اثر مطلوب ہوتا ہے وہی سننے والے کے دل پر ہوتا ہے،

ج۔ سراپا۔ جس کے حال کا مرثیہ ہو اسکے سر سے پانوں تک ہر عضو کی تعریف ہوتی ہے، تشبیہات اور استعارات کی تلاش اور خوش سلیقگی سے ان کا صرف ہوتا ہے، ہر شخص کا سراپا دوسروں سے مختلف ہوتا ہے، اور ایک ہی شخص کا ہر سراپا ایک دوسرے سے جدا جدا ہوتا ہے، پھر بھی کمال یہ ہے کہ سننے والے کا ذہن سراپا کی سیر سے فوراً ہی صاحب سراپا کی طرف منتقل ہو جاتا ہے، غالباً امتیازی اور اصلی اجزا، تمام بیانات میں مشترک رہتے ہیں،

د۔ لڑائی، ترتیب صفوف، تیرباران، تلوار کی تعریف، گھوڑے کی تعریف، بھگدڑ، اسلحہ کا بیان، پہلوان

کی لڑائی، گھمسان کی کیفیت و علم کی ضوفشانیاں، سب کچھ اسی سرخی کے اندر آجاتی ہیں،

ھ۔ شہادت کا تفصیلی بیان اور بعض موقعوں پر لاش کا آنا جانا،

یہ چند منزلیں ہیں، ہر منزل میں ضمیر کی جدت پسند طبیعت نے صدہا نئے راستے نکال دئے ہیں، اور آنیوالی نسلوں کے واسطے جدید راہوں کی داغ بیل ڈالدی ہے، کلام کے محاسن کا پورا اندازہ سیر کلام کے بغیر ناممکن ہے،

دنیا میں کہوں کس سے میں کہوں یہ درد ہے میرا اس رنگ میں جو جو کہے شاگرد ہے میرا

۴۔ ممکن ہے تحت اللفظ پڑھنے کا رواج ضمیر سے پہلے بھی رہا ہو، مگر ضمیر نے مسدس کی طرح اس طرز مرثیہ خوانی کو بھی مستقل کر دیا اور آواز کے اتار چڑھاؤ، چشم و ابرو کی گردش اور دست و سینہ کی ہلکی فطری جنبشوں سے مرثیہ خوانی میں چار چاند لگا دیئے۔ ڈرامائی، رومانوی اور نفسیاتی کیفیات کے مرقعے کھنچنے لگے،

۵۔ ضمیر متبحر عالم تھے، ثقہ، سنجیدہ، خوش مزاج اور وضعدار تھے، الفاظ و محاورات کے دریا بہا دیئے، یہ سچ ہے کہ انھوں نے تذکیر و تانیث کے رسالے نہیں لکھے، متروکات پر کتابیں نہیں تصنیف کیں، محاورات اور الفاظ کے لغات مرتب نہیں کئے، پھر بھی غور سے دیکھئے تو زبان کے مانجھنے اور صحیح الفاظ و محاورات کے رواج میں جو حصہ ضمیر کا ہے وہ کسی اور سے کم نہیں ہے،

۶۔ ضمیر نے ایک طرف شکوہِ الفاظ، زورِ تخیل، جوشِ بیان، محسنات بدیع، تبحر علمی، اور فن کی بہت سی نزاکتوں کے دریا بہا دیئے، جنسے دبیر ایسے مہر سخنوری نے اپنے باغ سخن کی آبیاری کی، تو دوسری طرف، سادگی و پرکاری، حسن سلاست، لطف روانی، برجستگی، آمد، شگفتگی اور نکتہ سنجیوں کے موتی رول دیئے جنسے انیس ایسے فدائے سخن نے اپنے عروسِ سخن کو سنوار لیا،

یہی وجہ ہے کہ ضمیر ان تمام صفات کا مجموعہ نظر آتے ہیں، جو انیس و دبیر کے یہاں الگ الگ پائی جاتی ہیں، انیس اور دبیر نے بعض جزوی اضافوں (ساقی نامہ، رجز وغیرہ) کے علاوہ اور کوئی نئی بات پیدا نہیں کی، ہاں تصویر کے ایک ایک رخ کو لیکر حد کمال تک پہنچا دیا،[1]

[1] یہ آخری نکتہ پروفیسر محمد ضامن علی (صدر شعبۂ اردو جامعہ الہ آباد) کے حسن فکر کا رہین منت ہے،

ضمیر کے مرثیے چھ جلدوں میں چھپے ہیں، ان کے علاوہ مثنوی مظہر العجائب، معراج نامہ اور چہاردہ بند (دہ بارہ میں مصنفہ ثابت) بھی لائق سیر ہیں۔

مجھے اس وقت مرثیہ گو ضمیر کے حسنِ کلام کا ایک ہلکا سا پرتو دکھانا مقصود ہے، اس لئے شواہد اور امثال کی تلاش میں "مراثی میر ضمیر جلد اول" (مطبوعہ نولکشور پریس) سے آگے قدم نہ بڑھاؤنگا،

آپ نے دنیا کی بے ثباتی کے بہت سے مرقعے دیکھے ہونگے' انقلاب کے صدہا نقوش نظر سے گذرے ہوں گے، یہ دکھڑا بہت پرانا ہے، اور خاص کر ایشیائی شاعروں نے اپنی عمر عزیز کا بہت سا وقت 'عبرت انگیز نالوں میں صرف کیا ہے، دیکھئے ضمیر بھی اسی ایک عام، سادہ، اور ایسے خیال کو جسے سب جانتے ہیں کتنے اچھوتے الفاظ اور کیسے نفیس انداز سے کہتے ہیں، کہ ایک ایک لفظ دل میں اتر جاتا ہے،

کسی کا کندہ نگینے پہ نام ہوتا ہے   کسی کی عمر کا لبریز جام ہوتا ہے
عجب سرا ہے یہ دنیا کہ جسمیں شام و سحر   کسی کا کوچ کسی کا مقام ہوتا ہے

اب کے لوگ عقیق و یاقوت پر نام کھدانے کے بجائے ربر، اور ہاتھی دانت کے ٹھپے بنواتے ہیں، مگر حاصل ایک ہی ہے، سب جانتے ہیں کہ حضرت امام حسین کے سب سے چھوٹے صاحبزادے علی اصغر میدانِ کربلا میں باپ کے ہاتھوں، کئی دن کے پیاسے حرملہ کے تیر سے مارے گئے، اسی ننھے شہید کی پوری تصویر دیکھئے حسن تعلیل نے جادو اثری دکھائی ہے، مجرائی تا بہ مرگ خدا مہربان رہا، والے سلام کا ایک قطعہ ہے، چاروں مصرعے چار تیر ہیں،

اصغر کے تیر کھانے کا ہر شکلِ تیر سے   تا روزِ رستخیز ہے باقی نشان رہا
سوفار سے عیاں ہے کہ منھ اس کا تھا کھلا   پیکان یہ کہتا ہے کہ نکالے زبان رہا

غم شبیر کا اثر باغ عالم پر کیا ہوا، دیکھئے ضمیر نے رنگینی اور غم انگیزی کا امتزاج کس خوبی سے کیا ہے،

سنبل کشادہ مو غم شبیر سے کیا   اور طفلِ غنچہ شاخ کے دامن سے گر پڑا

"نے" کا حذف یا اسی طرح زبان کے بعض اختلافات نامانوس معلوم ہونگے، مگر یہ نہ بھولئے کہ یہ زبان آج

سو برس پہلے کی ہے، آج اردو جانے کہاں سے کہاں پہنچ گئی ہے،

ایسی ہوائے تند میانِ جہاں چلی   جو سقف آسماں پہ بندھی سقف خاک کی

فردوسی کا یہ شعر کہ "زمیں شش شد و آسماں گشت ہشت" اور انیس کا یہ مصرع کہ ؏ مٹی کا پل بندھا تھا محیط سپہر پر، مجھ کو ہمیشہ ایک شاعرانہ بلند پروازی معلوم ہوتی تھی، مگر ممالکِ اسلامیہ کے دو تین سفر میں بعض ریگستانی مناظر کے مشاہدے نے یہ رائے بدل دی،

ضمیر کی ایک بلند پروازی اور دیکھئے،

سب طائرانِ اوجِ فلک اشکبار تھے   مانند مرغ قبلہ نما بے قرار تھے

مناظرِ فطرت کی تصویریں تو آپ نے دیکھیں، اب ذرا جذبات کے مرقعے ملاحظہ فرمائیے، جذبات اور مناظر فطرت ایسے دست و گریباں ہیں کہ دونوں کو جدا کرنا جسم و روح کی جدائی سے کم نہیں ہے،

حیرت نے لب پہ قفل خموشی کو کر دیا

امام حسینؑ۔ اپنے بھتیجے کی لاش پر پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں،

سہرا کہیں نوشاہ کا، دستار کہیں ہے   کنگنا کہیں، پہنچا کہیں، تلوار کہیں ہے

امام حسینؑ۔ دھوپ میں کھڑے ہوئے ہیں، تشبیہ اور جذبات کا امتزاج دیکھئے،

اس مہر دیں کے سر کے محاذی ہے آفتاب   اس دم ہے آفتاب سر کوہ وہ جناب

محاورہ کی چستی، بندش کی نفاست، حسنِ سلاست، تصویر کشی اور برجستگی دیکھئے،

لاشوں کا رن میں کھیت پڑا تھا یہ کھیت پر   گل فاطمہ کے ٹوٹتے پھرتے تھے ریت پر

مطالعۂ فطرت، نازک مشاہدہ اور منظر نگاری دیکھئے،

اس ریگ سے نکلتی ہے جو گرم گرم بھاپ   ہر لحظہ ذوالجناح اٹھاتا ہے اپنی ٹاپ
مرکب کی وہ حالت اور راکب کی یہ کیفیت ہے کہ

یہ کہہ رہے ہیں شاہ اور آنکھیں ہیں اُنکی بند　　ہر مرتبہ یہو نچتا ہے لوں سے انھیں گزند

تعجب انگیز استفہام، جسکا ہر پہلو پر درد ہے، اور پھر استفہام کے پردہ میں واقعات کا بیان، نئے پہلو پرانی داستان کا اعادہ، اور آیندہ کی اطلاع، پھر ساتھ ہی ساتھ بے شعور لیکن ہمدرد جانور کے شعور و درک کا یقین، تحریک نفسی اور اعادۂ خیال کی قوتیں دیکھنی ہیں تو اس مرقع کو ذرا غور سے دیکھئے،

سہ پہر کا وقت ہے، جھلاتی ہوئی دھوپ پڑ رہی ہے، نبی کا نواسا تین دن کا بھوکا پیاسا، بہن بیٹی خیمہ ہوکر میدانِ جنگ کی طرف جا رہا ہے، آنکھوں کے تارے، بوڑھاپے کے سہارے، بیٹے، بھتیجے، خون میں شرابور جلتی ریت پر پڑے ہوئے، بچپن کا ساتھی گھوڑا بھی گویا رو دے رہا ہے، راکب اپنے مرکب سے پوچھتا ہے،

روتا ہے اس لئے کہ ستم ہو حسین پر　　یا اس لیے کہ آج لُٹے گا نبی کا گھر

یا اس لئے کہ ہوگی زینب برہنہ سر　　یا اس لئے کہ ہوگی سکینہ بھی بے پدر

کیا اس کا غم ہے جو تجھے پانی ملا نہین،

سو دیکھ لے کہ میں نے بھی قطرہ پیا نہین،

میری نگاہ میں اس تخاطب کی دو توجیہیں ہیں، ایک تو یہ کہ دکھیارے کو دنیا کی ہر چیز سے موانست سی ہو جاتی ہے، چوٹ کھائے دل کا جذبۂ ہمدردی بہت بڑھ جاتا ہے اور غم زدہ فطرت سے ہم آغوش ہو جانا چاہتا ہے، وہ ہر ایسی چیز سے اپنی غم کی کہانی دہرانے کو تیار ہو جاتا ہے جس سے ذرا بھی ہمدردی کی امید ہو، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ غم کے شدید احساس کے وقت تخاطب محض ایک بہانہ ہوتی ہے اور نفسیاتی جزر و مد کے ماتحت غم انگیز جذبات آپ ہی آپ زبان پر جاری ہو جاتے ہیں،

صبح کے بیان میں درد، بے بسی اور سناٹے کے پہلو دیکھئے، براعت الاستہلال بھی ہے، استعارات بھی ہیں، اور تجسیم بھی ہے،

ظلمت جو ستاروں کا ہوا پیرہنِ شب　　ناگہ گلِ خورشید نے لوٹا چمنِ شب

انجم گئے، برباد ہوئی انجمنِ شب　　آمادہ کیا صبح نے لا کر کفنِ شب

آراستہ تختِ ملکِ نیلوفری تھا

فرقِ سرِ خاور پہ دھرا تاجِ زری تھا

سورج ہی کی ایک تشکیلی شان اور دیکھئے،

خورشید اٹھا لے گیا میدان سے رن کے　　خود سرِ مہتاب کو نیزے پہ کرن کے

حضرت قاسم کی تعریف میں تقسیم صنعت اور اثر تکرار ملاحظہ ہو،

خوش رو بھی تھا خوش چشم بھی، جوں عہد جوانی

ایک صنعت تعلیل بھی دیکھتے چلئے،

طبع شہ دیں دیکھ زد و کشت کے اوپر　　جا جا کے چھپی تھیں سپریں پشت کے اوپر

بیان صبح میں ایک اور پیارا تلازمہ مدرسہ ہے، دیکھئے جزئیات پر ضمیر کو کیسی قدرت ہے، تلاش کمل، تفصیل، منضبط اور مناسبات لفظی اور رعایات نازک سے تو بادشاہ معلوم ہوتے ہیں،

جس وقت کیا مہر نے زریں طبقِ صبح　　طفلانِ کواکب ہوئے محوِ سبقِ صبح

تھا خطِ شعاعی سے طلائی ورقِ صبح　　چوں جدولِ شنجرف بہارِ شفقِ صبح

نورِ نظرِ عالمِ ارباب تھا خورشید

مہرِ خطِ معزولیِ مہتاب تھا خورشید

اپنے ایک معرکہ آرا مرثیے میں جو ۱۲۲۹ھ کا ہے میر صاحب چہرہ میں تعلّی فرماتے ہیں، یہاں مرثیہ گو اور مصور کے جو نازک فروق دکھائے ہیں، کتنے جالب توجہ ہیں،

نقاش میں یہ صنعت تحریر نہیں ہے

تصویر دکھاتا ہوں یہ تقریر نہیں ہے

نقاش تو کرتا ہے قلم لے کے یہ تدبیر　　اک شکل نئی صفحۂ قرطاس پہ تحریر

انصاف کرو کلکِ زباں سے دمِ تحریر — میں صفحۂ باطن پہ رقم کرتا ہوں تصویر

سو رنگ سے تصویر مصور نے بھری ہو

رنگینیِ مضموں کی کہاں جلوہ گری ہو

حقیقت بھی یہی ہے کہ مصور نگاہوں کے سامنے خوانِ محسوسات رکھدیتا ہے اور شاعر مرئی کیفیات سے لطف اندوز کرتا ہے، مصور کے پاس رنگ و روغن سب کچھ ہوتا ہے، شاعر کو سارا کام صرف چند نقطوں سے نکالنا پڑتا ہے، صنعت معاد میں ایک بند دیکھئے، ثابت صاحب کا دعویٰ ہو کہ دبیر کے علاوہ کسی اور نے یہ صنعت صرف نہیں کی،

اک آن میں اس شیر کا ترکش ہوا خالی — ترکش ہوا خالی تو وہیں تیغ نکالی

جب تیغ نکالی تو بنا جنگ کی ڈالی — ڈالی جدھر اک تیغ اجل ہوگئی حالی

حالی ہوا اعدا کو کہ اب سر نہ بچے گا — اب سر نہ بچے گا تو یہ لشکر نہ بچے گا

ضمیر کو عربی اور فارسی پر پوری قدرت حاصل تھی، عربی کے بڑے بڑے فقرے مزے مزے سے استعمال کر جاتے ہیں، مثلاً،

دنیا کو اگر غور سے دیکھو تو سرا ہے — یہ فاعتبروا یا اولی الابصار کی جا ہے

فارسی میں سلام اور رباعیوں کے علاوہ مرثیے بھی کہے ہیں، پہلی ہی جلد میں ۵۴ بند کا ایک مرثیہ فارسی میں ہے، ایک بند میں ماتا کا جوش ملاحظہ ہو، جوان بیٹا دشمنوں میں جا رہا ہے، پردہ نشین ماں، رخنۂ سراچہ سے دیکھ رہی ہے،

اکبر چو شد سوار بہ پشتِ سمندِ خویش — رفت از صفوفِ لشکرِ اسلام بیش پیش

در خیمہ مادرش شدہ مغموم و سینہ ریش — یک جاں ہزار نشتر و یک دل ہزار ریش

گاہے درونِ خیمہ و گاہے بر آستاں

در خیمہ یک نگاہ نگاہے بر آستاں

آل انڈیا اورینٹل کانفرنس کا اجلاس ہفتم

از

قاضی احمد میاں اختر، جونا گڈھی،

۲۷، ۲۸، اور ۲۹ دسمبر ۳۳ء کو اورینٹل کانفرنس کا ساتواں اجلاس زیر سرپرستی مہاراجہ گائیکواڑ بڑودہ میں بصدارت ڈاکٹر کاشی پرشاد جیسوال منعقد ہوا تھا جس میں مشرقی علوم سے دلچسپی رکھنے والے اصحاب کے علاوہ ہندوستان کی یونیورسٹیوں کے اکثر پروفیسر اور مشہور اہل علم حضرات بھی شریک ہوئے تھے، رمضان شریف کی وجہ سے اکثر مسلمان اہل علم اس میں شریک نہ ہو سکے،

۲۷ کی شام کو ۵ بجے نیائے مندر (ایوانِ عدالت) کے ہال میں ایک دربار خاص منعقد ہوا تھا جس میں مہاراجہ بنفس نفیس مع رانی صاحبہ کے رونق افروز ہوئے تھے، تمام شرکائے کانفرنس کے علاوہ رؤسا و عمائدین شہر اور ریاست کے تمام افسر بھی یہاں موجود تھے، مجلس انتظامیہ کے اراکین کا مہاراجہ صاحب سے تعارف کرایا گیا جس کے بعد مہاراجہ نے کانفرنس کا افتتاح کرتے ہوئے ایک پر مغز خطبۂ افتتاحیہ دیا، اس کے بعد صدر صاحب نے اپنا خطبۂ صدارت پڑھا، اور آخر میں وادی دریائے سندھ کے قدیم تمدن سے متعلق فلم دکھائی گئی، شب کو ہندوستانی موسیقی کا پروگرام تھا، چنانچہ بڑودہ کے مشہور گویوں نے اپنے کرتب دکھائے اور بڑی دیر تک حاضرین ہندوستانی موسیقی سے لطف اندوز ہوتے رہے، علاوہ ازیں مرہٹی اسکول کی نوجوان لڑکیوں نے ایک خاص قسم کا گجراتی گانا جسے "گربا" کہتے ہیں ساتھ مل کر گایا جو بہت پسند کیا گیا،

۲۸ کی صبح کو گیارہ سے ۲ بجے تک بڑودہ کالج کے کمروں میں مختلف علوم و فنون کے شعبہ جات کے

جلسے مختلف اصحاب کے زیر صدارت منعقد ہوئے جنمیں مذہب، فلسفہ، تاریخ، آثار قدیمہ، علم الانسان، علم الاقوا
فنون لطیفہ، ادبیات لسانیات، عربی، سنسکرت، فارسی، مرہٹی، اردو، گجراتی، وغیرہ شامل تھے، شعبۂ اردو کی
صدارت مولوی عبد الحق صاحب ناظم انجمن ترقی اردو نے فرمائی، اور اپنا خطبۂ صدارت پڑھا جو اردو کی اشاعت
اور ترقی کے متعلق مفید اور کارآمد تجاویز پر مشتمل تھا، دوپہر کے بعد سب لوگ بڑودہ کے مرکزی کتبخانہ اور عجائب خا
اور تصویر خانہ دیکھنے کے لئے گئے، عجائب خانہ میں ایک پارسی خیام پرست کا ذخیرۂ رباعیات عمر خیام بھی تھا جو
خیام کی رباعیات کے مختلف اڈیشنوں اور تراجم پر مشتمل تھا، اسی دن رات کو مشاعرہ ہوا جس میں اکثر مقامی
شعراء موجود تھے، طرحی غزلیں پڑھی گئیں، کمیٹی نے غزلیں پسند کر کے ۳ تمغے بھی دیئے، طرح کی زمین بہت پامال
تھی، طرح کے مصرع حسب ذیل تھے، ؎

مکاں اس لامکاں کا ہے اگر کوئی تو بس دل ہے ؎ منتظر بیٹھا ہوں میں بھی گردش ایام کا

۲۹ کی صبح کو ۱۰ بجے کالج کے احاطہ میں تمام شرکاے کانفرنس کے فوٹو لئے گئے، پھر ۱۱ سے ۲ بجے تک
بقیہ علمی شعبہ جات کے جلسے ہوتے رہے، شعبۂ عربی و فارسی کے صدر پور داؤد ایرانی پروفیسر شانتی نکیتان
تھے، جنھوں نے بجائے عربی یا فارسی کے اپنا خطبۂ صدارت انگریزی ایسے لب و لہجہ میں پڑھا جس کو خود انگریزی داں
اصحاب بھی نہ سمجھ سکے، یہ صاحب جدید ایرانی تحریک کے علمبرداروں میں سے ہیں،

شعبۂ اردو اور شعبۂ عربی و فارسی میں جو مضامین پڑھے گئے وہ حسب ذیل ہیں :-

شعبۂ عربی و فارسی

صدر - پروفیسر آغا پور داؤد ناظم - پروفیسر ایم - اے قاضی، ایم اے،

۱ - مرأۃ احمدی پر بعض ملاحظات (انگریزی) دیوان بہادر کے، ایم جوہری، ایم اے ایل ایل بی،

۲ - سعدی کا سفر سومنات (") قاضی احمد میاں اختر، جوناگڑھی،

۳ - شاخ نبات کی بحث، (") پروفیسر این - این بھرو چا ایم - اے،

۴ - تحفۃ الہند کے مضامین، (نہیں پڑھا گیا) ایم - ضیاء الدین،

۵ - عہد جاہلیت میں ایرانی موسیقی کی ترقی، (") الف - ایم شجاع - ایم اے ایم ایس - سی،

۶ - حافظ فارسی شاعری کا زبردست شاعر، (") "

۷ - عمر خیام کی رباعیوں کو جانچنے کا ایک جدید معیار (انگریزی) پروفیسر ڈاکٹر محمد اقبال ایم اے پی ایچ ڈی،

۸ - عربی فلسفہ کے آثار (نہیں پڑھا گیا) شمس العلماء مولوی عبد الرحمن دہلوی،

۹ - عمر خیام پر چند خیالات، بجے - اے - سکلسوالا،

۱۰ - اسلامی تعمیرات میں ہندوستان وسط ایشیا کا کس قدر رہین منت ہے۔[a] (انگریزی) ایم عبد اللہ چغتائی،

مضامین نمبر ۴ - ۵ - ۶ - ۸ مضمون نگاروں کی عدم موجودگی کی وجہ سے نہیں پڑھے گئے،

شعبۂ اردو

صدر :- مولوی عبد الحق صاحب بی اے، ناظم پروفیسر الیف ایم لوکھنڈوالا، ایم اے،

۱ - صنعت وراقۃ عہد عباسیہ میں،[b] (اردو) قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی،

۲ - حروف علت کی علامات اردو نصاب میں، (") ایم، یو - ناظم انصاری،

۳ - سودا اور اسکی شاعری، (") شیخ چاند - ایم اے، ایل ایل - بی،

فی الجملہ کانفرنس اپنی کارروائی اور حسن انتظام کے لحاظ سے کامیاب کہی جا سکتی ہے، لیکن اسکی قابل ذکر خصوصیات
میں سے ایک یہ بھی ہے کہ یہ تمامتر "ہندوستانی" اور "ہندوی" تھی، اور "مشرقی" ہونے کے باوجود دیگر مشرقی اقوام کے علوم و فنون
سے کوئی سروکار نہیں رکھا گیا تھا، عربی فارسی اور اردو کے شعبے بھی برائے نام رکھدیئے گئے تھے،

کانفرنس کے تمام مہمانوں کے قیام و طعام کا انتظام مہاراجہ بڑودہ کی طرف سے تھا، بلکہ شعراء کو آمد و رفت کا
کرایہ بھی دیا گیا، غالبًا یہی وجہ تھی کہ شعراء طرحی زمین میں مہاراجہ کی مدح میں قصائد لکھ لائے تھے،

[a] یہ مضمون حیدرآباد کے اسلامک کلچر بابتہ جنوری ۳۳ء میں شائع ہو چکا ہے، [b] یہ آئندہ معارف میں چھپیگا،

تلخیص وتبصرہ

کیا بائبل کا مطالعہ بچوں کیلئے مناسب ہے؟

بائبل یعنی موجودہ تورات میں پیغمبروں اور رسولوں کے جو احوال وسوانح لکھے ہیں، اون کو پڑھکر ایک
مسلمان کو ان بزرگوں کی نبوت اور رسالت کے مقدس منصب کے متعلق شکوک پیدا ہو جاتے ہیں یہی سبب ہے
کہ قرآن پاک میں ان بزرگوں کو نبوت و رسالت کے اصلی رنگ میں ظاہر کرکے تورات کے اس قسم کے قصوں کی ترد
واصلاح کردی ہے، موجودہ تورات کے اس نقص کا احساس رفتہ رفتہ خود عیسائی آزاد خیالوں کو ہو رہا ہے
یہی وہ موقع ہے جس میں قرآن کی عظمت کا وہ پورا اندازہ کرسکتے ہیں، موجودہ تورات کے اس نقص کے علم کے بعد یہ سوال
پیدا ہوتا ہے، کہ آیا یہ تورات اس قابل ہے، کہ بچوں کے پڑھنے اور مطالعہ کیلئے اسکو مفید سمجھا جائے، ؟ ابھی حال
میں لارڈ رگلین اور پروفیسر جولین ہکسلے نے اسٹیٹسمین (۷، جنوری ۳۲ء) میں ایک مضمون لکھکر تورات کے اخلاقی
افادہ پر بحث کی ہے،

پروفیسر موصوف لکھتے ہیں، :-

لارڈ رگلین (LORD RAGLAN) نے حال میں اس خیال کا اظہار کیا ہے، کہ ہمیں اپنی
مذہبی تعلیم پر نظر ثانی کرنی چاہیئے، ان کے نزدیک یہ تعلیم موجودہ زمانہ میں نمونۂ اخلاق کے طور پر (نعوذ باللہ) موسیٰ
یشوع، سموایل اور داؤد جیسے پیکران ظلم وستم کو پیش کرتی ہے جنکی ستم رانیاں ان تمام باتوں سے بڑھی ہوئی
ہیں جو گذشتہ جنگ میں ہمارے دشمنوں کے خلاف بیان کیجاتی تھیں "

اس قسم کے بیانات کی وجہ سے لوگوں نے یہ سوال کرنا شروع کردیا ہے، کہ آیا بائبل کا مطالعہ بچوں کیلئے
مناسب ہے یا نہیں، یا کم سے کم اس پر بچوں کی مذہبی تعلیم کی بنیاد قائم کرنی چاہیئے یا نہیں،

بلاشبہ لارڈ رگلین اپنی فہرست میں یعقوب جیسے پختہ کار اہل فریب بہتیرے بادشاہوں اور نبیوں جیسے نمونہ
غیر رواداری، ابراہیم جیسے کثیر الازواج، سینٹ پال جیسے معلمین جو نکاح کی نسبت حقیر اور بہتیرے اشخاص کے خیال
میں اہانت آمیز رائے رکھتا تھا، اور قدیم تر یہوواہ (خدا کا مقدس عبرانی نام) جیسے نہایت تنگ خیال حاسد اور ظالم خداؤں
کو بھی شامل کرسکتے تھے،

دوسرے لوگ اس سوال کے جواب میں کہ بائبل کا مطالعہ بچوں کیلئے مناسب ہے یا نہیں، کہہ سکتے ہیں، کہ اس میں
بہت سی باتیں ایسی ہیں جو اخلاق جنسی سے متعلق اکثر لوگوں کے خیالات کو صدمہ پہنچانے والی ہیں، یہ اکثر مقامات پر
کائنات اور اس میں انسان کی حیثیت سے متعلق ہمارے جدید معلومات کے بالکل مخالف ہے، اور اگر یہ حقیقی معنی میں
بطور کلام الٰہی کے پیش کیجائے تو بچوں کیلئے حد درجہ الجھن پیدا کرنے والی ہے، کیونکہ اس کے مختلف حصے
فطرت انفرادی اطوار واخلاق، اور سوسائٹی میں انسان کے فرض کی نسبت ایک دوسرے کے سراسر خلاف ہیں
بہرحال میرا خیال ہے کہ یہ سوال "کہ بچوں کو بائبل پڑھنے کی اجازت دینی چاہیئے یا نہیں"؟ غلط طریقہ
سے پیش کیا گیا ہے، کسی کتاب کا محض پڑھ لینا ہی اصلی چیز نہیں ہے، بلکہ اصلی چیز یہ ہے کہ تم اسے کیونکر پڑھتے
ہو، اس کے ساتھ کونسا پس منظر پیش کرتے ہو، اور وہ کونسے خیالات ہیں، جن کے ماتحت تمہارے بزرگوں
اور استادوں نے اسے تمہارے سامنے رکھا ہے، ذاتی طور پر مجھے یہ دیکھکر نہایت افسوس ہوگا، کہ ہماری
آبادی کے بڑے حصوں سے بائبل کی واقفیت فنا ہو رہی ہے، ایک بات تو یہ ہے کہ بائبل کے بہتیرے واقعات
اور بہتیرے اشخاص ایسے ہیں جو ہمارے قومی خیالات کا جزء بن گئے ہیں، دوسری بات یہ ہے کہ بائبل کے
بعض صحائف عظیم الشان لٹریچر ہیں، اور پھر مذہبی ترقی کیلئے انسان کی جد و جہد کے ایک نہایت اہم دور کی
یادگار کی حیثیت سے بھی بائبل حد درجہ بیش قیمت ہے،

آخری امر کی جانب مین پھر لوٹون گا فی الحال یہ کہنے کی اجازت چاہتا ہون کہ میرے نزدیک مذہبی تعلیم مین بائبل کا غیر دانشمندانہ استعمال اہم ترین خطرات مضرت سے پُر ہے،

اول یہ کہ بائبل کو تمام دوسری کتابون سے علحدہ ایک بالکل مختلف نوع مین رکھ کر کامل اور آخری سمجھنا میرے خیال مین صرف وہم پرستی ہے،

عہدنامۂ قدیم تراشے ہوئے مجسمون کی پرستش کے خلاف وعیدسے پُر ہے، پروٹسٹنٹ فرقون کے عیسائی، دیوتون اور مریم عذرا کی پرستش پر کیتھولک عقائد کے عیسائیون پر لعن طعن کرتے ہین لیکن کسی کتاب کی پرستش بھی بالکل ویسی ہی بری ہو جیسی کسی تراشے ہوئے مجسمہ کی؛ اصولاً کتاب کی پرستش[1] اور مریم عذرا کے بت کی پرستش مین کوئی فرق نہین،

بہت سے لوگ ہین جو وحشی اقوام کی ارباب پرستی کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہین، حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ وہ خود بھی بائبل کو ایک پرستش کی چیز بنا رہے ہین، اور اس کا ذہنی اور روحانی اثر بھی (اُن کے معیارون کا لحاظ کرتے ہوئ) تمامتر ویسا ہی پیدا ہو رہا ہو

بچون کے لئے بائبل کا مطالعہ اُسی وقت نامناسب ہو جب انھین یہ بتایا جائے، کہ وہ حرف بحرف ایک الہامی کتاب ہے، اور اون کی مذہبی فلاح کا واحد ذریعہ ہے یا تو وہ اسے بے سوچے سمجھے شروع سے آخر تک پڑھکر دماغ مین محفوظ کر لیتے ہین، جس کا ایک حصہ صرف بائبل اور مذہب کیلئے مخصوص ہو اور دوسرا گرد و پیش کے واقعاتِ زندگی کے لئے، اور یا وہ ایک طرح کی ذہنی جنگ کا شکار ہو جاتے ہین اور اُن چیزون مین تطابق پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہین، جنمین تطابق ممکن ہی نہین، وہ نہایت درجہ حیران رہتے ہین، کہ جو واقعات اور خیالات اونھون نے بائبل سے معلوم کئے ہین، اور جنکی نسبت اونھین بتایا گیا ہے کہ الہامی ہین، یا کم سے کم اپنے استناد و تقدیس کے لحاظ سے تمام دوسرے واقعات و خیالات سے مختلف اور بہتر ہین

[1] معارف:۔ بشرطیکہ پرستش ہو کسی کتاب کو ہر معنی مین صحیح یقین کرنا اوسکی پرستش نہین ہو،

اون کا جوڑ کیونکر اون واقعات اور خیالات سے ملائین، جو ہماری موجودہ تہذیب کی بنیاد ہین،

لیکن اگر بائبل سے اس خیال کی تشریح مقصود ہو جو واقعۂ ارتقاء کے مان لینے سے پیدا ہوتا ہے یعنی یہ کہ تغیر تمام انسانی خیالات اور ادارون کا لازمہ ہے، اور اون کی تدریجی ترقی ہمارا مستقل مقصد ہونا چاہیئے، تو اس وقت جس قسم کی دشواریان لارڈ ہلگین نے محسوس کی ہین، وہ غائب ہو جاتی ہین،

یہ تسلیم کر لینے کے بعد کہ اخلاق اور مذہب مین ترقی ممکن اور مناسب ہے بائبل دنیا کی تمام مقدس کتابون مین سے زیادہ دلچسپ اور سب سے زیادہ مفید کتاب ہو جاتی ہے محض اس وجہ سے کہ یہ تمام دوسری کتابون سے بڑھکر بالکل اسی قسم کی ترقی کی تاریخ ہو جو تین ہزار سال سے زائد مدت کے واقعات پر مشتمل ہو،

اگر اس نقطۂ نظر سے دیکھا جائے، تو معلوم ہو گا کہ عہدنامۂ قدیم کے بہت سے اشخاص کی بے رحمی اور غیر رواداری محض متوقع امور ہین؛ ایک ایسی قوم کے جو اپنی ترقی کے ابتدائی اور وحشیانہ دور مین تھی جب کہ جنگ و جدال سے اسے کوئی چارہ نہ تھا، اتنا ہی نہین، بلکہ یہ واقعہ کہ اسی قوم مین دوسرے مقاصد رونما ہوئے اور اونھون نے قدیم وحشیانہ مقاصد کو تدریج نکال دیا، اخلاق و مذہب کے میدان مین حقیقی ترقی کی ایک حوصلہ افزا مثال ہے،

مذہبی تعلیم کے اس نقطۂ نظر سے ایک اہم نتیجہ نکلتا ہے، وہ یہ کہ اگر مذہبی ترقی زمانۂ گذشتہ مین ممکن اور پسندیدہ تھی، تو وہ ویسی ہی ممکن اور ویسی ہی پسندیدہ زمانۂ موجودہ مین بھی ہے، ہم آج معیار حیات پر پورے نہین اترتے اور اپنے حالات اور اپنی تہذیب کے لحاظ سے ہماری کمی ٹھیک ویسی ہی بنیادی ہے جیسی قدیم یہود کی اونکے حالات اور اون کی تہذیب کے اعتبار سے تھی،

اگر بائبل سے ماضی کی اخلاقی اور مذہبی ترقی کی توضیح اور مستقبل کی اخلاقی اور مذہبی ترقی کی راہ نمائی کا کام لیا جائے تو یہ مذہبی تعلیم کا ایک نہایت عمدہ ذریعہ ہے، لیکن اگر کسی طریقہ سے بھی اسکی پرستش کیجانے لگے، تو اس وقت اوس کا مطالعہ بچون کیلئے مناسب نہ ہو گا،

"ع ز"

آیندہ طب،

آیندہ طب کا خاص کام یہ ہوگا کہ امراض سے محفوظ کر دینے سے متعلق زیادہ معلومات حاصل کرے اور انسان اور پالتو جانوروں کے فائدہ کیلئے ان کے استعمال کے زیادہ موثر طریقے دریافت کرے،

امراض سے تحفظ عمر، جنس اور نسل کے اختلاف نیز مختلف ماحول میں بدلتا رہتا ہے، یہ ہر شخص جانتا ہے کہ جب لوگ ایک متعین عمر سے گذر جاتے ہیں، تو اونہیں بچوں کی بیماریاں نہیں ہوتیں، اسی طرح بچے بھی عموماً ان امراض میں مبتلا نہیں ہوتے، جو کہولت سن کے ساتھ مخصوص ہیں، دوران زندگی میں نظام جسمانی بعض عناصر حاصل کرتا اور بعض کھوتا بھی رہتا ہے، اُن کی نوعیت ہنوز لامعلوم ہے، لیکن ان کی کمی یا زیادتی سے مختلف امراض کے قبول کرنے کی صلاحیت کم یا زیادہ ہوتی رہتی ہے، مردوں اور عورتوں میں کسی مرض سے متاثر ہونے کی یکساں صلاحیت نہیں ہوتی، اسی طرح مختلف نسلوں میں بھی اس اعتبار سے بہت زیادہ فرق ہے، چونکہ امریکہ کے قدیم باشندوں میں چیچک اور بعض دوسری بیماریوں سے جو سفید اور حبشی نسل کے لوگ وہاں لائے تھے، کوئی طبعی تحفظ نہ تھا، اس لئے ان بیماریوں سے وہاں کی قدیم آبادی کا ایک بڑا حصہ تلف ہوگیا، برخلاف اس کے ڈوگر سفید نسل والوں کی نسبت خناق وبائی، میعادی بخار اور بعض جلدی اور جرمی امراض سے زیادہ محفوظ تھے، حبشی نسل کے بعض حصے ملیریا سے محفوظ ہیں، اسکیمو (شمالی امریکہ کی ایک نسل) کے افراد اب سے تیس سال قبل تک دانت کی بیماریوں سے محفوظ تھے، اسی طرح دوسری نسلوں کی بھی مختلف خصوصیات ہیں،

غذا، احوال اور عام اصول صحت کی تبدیلی سے بھی امراض کو دفع کرنے کی قوت کمزور ہوجاتی ہے اور بعض حالات میں فنا بھی ہوجاتی ہے، اس قسم کی تبدیلی کی ایک اہم مثال الاسکا (امریکہ) کی اسکیمو قوم میں دیکھی جاتی ہے، ان لوگوں میں معمولات کی تبدیلی اور خصوصاً غذا کی تبدیلی سے نمایاں طور پر دانت کی بیماریاں زیادہ ہوگئی ہیں جو پہلے ناپید تھیں، برخلاف اس کے گذشتہ پچیس سال سے دیکھا جا رہا ہے، کہ انڈین، اسکیمو، اور چند دوسری

قوموں میں دق سے محفوظ رہنے کی صلاحیت بتدریج زیادہ ہوتی جاتی ہے،

امراض سے محفوظ رہنے کی صلاحیت زیادہ تر طبعی ہوتی ہے، تاہم بعض امراض ایسے ہیں، مثلاً چیچک، خناق وبائی میعادی بخار وغیرہ جنہیں تدبیروں کے ذریعہ محفوظ رکھا جاسکتا ہے، چنانچہ اسوقت تک لاتعداد انسانوں پر ان تدبیروں کا تجربہ کامیابی کے ساتھ ہوچکا ہے،

کسی بیماری سے تحفظ جزوی بھی ہوسکتا ہے اور کلی بھی، یہ تھوڑے عرصہ کیلئے بھی ہوسکتا ہے اور زیادہ مدت کیلئے بھی، مثلاً چیچک کے ٹیکہ کے بعد بعض صورتوں میں یہ تحفظ تمام عمر باقی رہتا ہے، اور کبھی کبھی اوس کا اثر اولاد کی طرف بھی منتقل ہوجاتا ہے، یہی وجہ ہے، کہ بعض خاندان چند بیماریوں سے کم و بیش محفوظ رہتے ہیں،

مختلف امراض سے محفوظ رہنے کا ایک مفید طریقہ یہ ہے کہ جسم کو بہترین صحت کی حالت میں رکھا جائے، لیکن یہ حقیقۃً کوئی طبعی تحفظ نہیں ہے، اور صرف اوسی وقت تک قائم رہے گا، جب تک صحت ایک بلند معیار پر قائم ہے،

آئیس لینڈ کی آبادی ایک طویل مدت تک کالی کھانسی سے محفوظ تھی، لیکن شمالی یورپ اور خصوصاً ممالک اسکینڈینیویا میں یہ مرض کثرت سے پایا جاتا ہے،

یہود میں عام طور پر ذیابیطس، سرطان، فربہی اور اعصابی بیماریوں کی صلاحیت ہوتی ہے، لیکن وہ بہ نسبت دوسری سفید قوموں کے دق سے زیادہ محفوظ رہتے ہیں،

حبشیوں کی حالت مختلف مقامات پر مختلف ہے، امریکہ میں اونھوں نے سفید نسل کے باشندوں سے زیادہ ملیریا، زرد بخار، خسرہ، سُرخ بخار (؟) (SCARLET FEVER) اور خناق وبائی سے محفوظ رہنے کی صلاحیت ظاہر کی ہے، انہیں عموماً بواسیر نہیں ہوتی لیکن دق، دل، پھیپھڑے، اور گردہ کی بیماریوں اور انفلوئنزا کا اثر وہ زیادہ قبول کرتے ہیں،

اصلی امریکن انڈین نسل کے لوگ گرہ باد (Rickets) سے بالکل محفوظ تھے، ان
سے زیادہ تر اور بہ نسبت سفید نسل والون کے خناق وبائی میعادی بخار، دماغی اور اعصابی امراض اور متعدی
جلدی بیماریون سے اوس سے زیادہ، لیکن وہ سفید قومون کے مقابلہ مین چیچک، خسرہ، دق اور انفلوئنزا
سے کم محفوظ تھے،

اسکیمو حال تک دانت کی بیماریون، متعدد جلدی امراض، میعادی بخار، اور مختلف دوسری
بیماریون سے محفوظ تھے، لیکن اُن مین بعض امراض سے متاثر ہوجانے کی وہی صلاحیتین تھین اور
اب بھی ہین، جو امریکن انڈین مین پائی جاتی تھین،

"ع ز"

مومیائی کرنے کا قدیم فن،

امریکہ کے ایک نہایت ممتاز سائنس دان کا خیال ہے، کہ اوس نے سالون کی تحقیق کے بعد لاش پر
مومیائی کرنے کا فن دریافت کرلیا ہے، جس کا راز قدیم مصری تہذیب کے ساتھ فنا ہوچکا تھا، اس بات سے
لوگ عموماً ناواقف ہین، کہ سائنس کی اعلیٰ ترقی کے باوجود عصر حاضر کے ماہرین سائنس اس باب مین اب
تک فراعنہ مصر کے ماہرین فن سے بہت پیچھے ہین، اور اپنی وسعتِ معلومات کے بعد بھی لاش پر اس یقین کے
ساتھ مومیائی نہین کرسکتے کہ اب سے پانچ چھ ہزار برس آگے تک وہ بدستور صحیح وسالم رہے گی اور امتداد
زمانہ کا کوئی اثر اوس پر نہ ہوگا، لیکن قدیم اہلِ مصر اس فن سے واقف تھے، البتہ صرف بڑے بڑے امرا
اور اونچے اونچے مذہبی پیشوا اوس کے مصارف ادا کرنے کی استطاعت رکھتے تھے، اور صرف وہی سلاطین
اس طریقہ سے دفن کئے جاتے تھے جن کو الوہیت کا دعوی ہوتا تھا، بادشاہون کے مقبرے اون کی
حیات ہی مین تیار کردئیے جاتے، پھر جب بادشاہ مرتا تو مومیائی کرنے والے طلب کئے جاتے اور مردہ
کو تمام مذہبی رسوم کے ساتھ اس کے لئے تیار کرتے پہلے پتھر کے ایک چاقو سے جسم کو چیر کر دل وجگر اور انتڑیان

وغیرہ نکال لیتے اس کام کیلئے دھات کے چاقو کبھی استعمال نہین کئے جاتے، کیونکہ پتھر کے چاقو کو مذہبی اہمیت
حاصل تھی، مغز بھی نکال لیا جاتا، پھر یہ اعضا خوشبودار مسالہ لگانے کے بعد علٰحدہ علٰحدہ چار مرتبانون مین بند
کردئے جاتے، مرتبان کے ڈھکنون کی شکل انسانی چہرون کے مانند ہوتی تھی کبھی کبھی ان کی شکل
انسان، باز، گیدڑ اور بندر کے چہرون کے مثل ہوتی تھی ان مرتبانون کو ایک صندوق مین رکھکر مومیائی
کی ہوئی لاش کے ساتھ مقبرہ مین دفن کردیتے، مومیائی کرنے کا طریقہ یہ تھا کہ لاش مین سوراخ کرکے نلکیون
کے ذریعہ سے ایک خوشبودار رقیق مسالہ ڈالا جاتا، ستر روز تک لاش اس مسالہ مین تر رکھی جاتی، اس کے بعد
اُسے خوب دھو کر نہایت باریک موم جامہ کی پٹیون سے باندھتے، اور پٹیون کے جوڑ کو گوند لگا کر مضبوط کردیتے
پھر یہ مومیائی کی ہوئی لاش لکڑی کے ایک تابوت مین رکھدی جاتی اور اس تابوت کو ایک دوسرے تابوت
مین رکھ دیتے، یہ دونون تابوت ایک تیسرے صندوق مین رکھ دئے جاتے، جس کا ڈھکنا انسانی شکل کا ہوتا
تھا، اور پھر یہ سب ایک سنگی تابوت مین رکھ دئے جاتے، اس کے بعد مردہ کی روح کو آزادی حاصل ہوجاتی
کہ وہ تین ہزار برس سے لیکر دس ہزار برس تک مردون کے مسکنون مین گھومتی پھرتی رہے، اہل مصر کا عقیدہ
تھا کہ اس مدت کے بعد روح پھر اپنے مقبرہ مین واپس آتی، اور ایک مرتبہ پھر اپنا دنیاوی قالب اختیار کرلیتی،
لیکن اگر اس مدت مین جسم خراب ہوچکا ہوتا یا اوسے چھیڑ دیا جاتا تو روح لوٹ جاتی اور کوئی دوسرا
قالب اختیار کرلیتی،

"ع ز"

(اسٹیٹسمین)

نٹشے

مشہور جرمن فلاسفر فریڈرک نٹشے کی سوانحعمری اور اس کے افکار وخیالات اور تصانیف پر بحث وتبصرہ ہے،
مصنفہ پروفیسر مظفرالدین ندوی ایم اے، ۱۰۲ صفحے، قیمت:- عمر

"منیجر"

اخبار علمیہ

آفتاب کے پھوٹنے کا امکان

سویڈن کی لینڈ یونیورسٹی کے رصد خانہ کے ناظر ڈاکٹر کونراڈ ونکفسٹ کہتے ہیں کہ سیارون بالخصوص ان کواکب کے تغیرات کے درس و مطالعہ سے جنھین علمائے ہیئت جدید کواکب کہتے ہیں یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ کواکب جنمیں آفتاب بھی شامل ہے، ہر چار ہزار ملین سال مین ایک مرتبہ پھوٹتے مین، اور علمی تحقیقات سے یہ ثابت ہے کہ آفتاب ایکہزار ملین برسون سے نہیں پھوٹا ہے، اس لئے آیندہ تین ہزار ملین سالون میں اس کے پھوٹنے کا قوی امکان ہے، اور جب یہ حادثہ رونما ہوگا، اس وقت دنیا تباہ ہوجائیگی، لیکن بعض علمائے ہیئت اس پھوٹنے کی مدت کو پروفیسر مذکور کی متعین کردہ مدت سے بہت زیادہ طویل بتاتے ہیں،

مریخ کی نباتی آبادی

امریکن پروفیسر سلیفر ناظر رصد خانہ لوئل نے لندن کی ایک سرکاری کانفرنس مین نہایت قیمتی اور معلومات افزا خطبہ مین یہ رائے ظاہر کی کہ سیارہ مریخ کے طبعی حالات کرۂ زمین کے حالات سے بہت ملتے جلتے ہوئے ہین، اس کے قطب کا برف سے ڈھکا ہونا اور اسکی فضا میں پانی اور آکسیجن کا پایا جانا وغیرہ قرائن اس بات کا قطعی ثبوت ہین کہ اس مین نباتاتی زندگی موجود ہے،

―――――

کرۂ ارض کے فضائی تغیرات

فضائی حالات کی ترصید کے بیانات اور اُن کے مختلف زمانون کے حالات کی تلاش و تحقیق اور انکے باہم مقابلہ سے معلوم ہوتا ہے کہ فضائی تغیرات اپنی گردش اور تغیر میں دائرہ کے مشابہ ہیں جنکا دورہ ایک مدت معینہ کے اندر ہوتا رہتا ہے، بعض علمائے محققین کی رائے مین یہ دورہ ہر سرسٹھ سال میں ضرور ہوجاتا ہے، یعنی ہر سرسٹھ برس میں فضائی تغیرات کا اعادہ ہوتا رہتا ہے، مثلاً اگر کسی مقام مین کسی سنہ مین زیادہ گرم یا سرد موسم ہو تو سرسٹھ کے بعد اسی مقام میں پھر ویسا ہی موسم ہوگا،

زمین اپنے چکر میں اپنے فلک مین سے کثیف پانی اور بادل کے ٹکڑون کو لیکر گذرتی ہے، اور یہ زمین تک آفتاب کی شعاع پہنچنے میں حائل ہوتے ہیں، اگر یہ کثیف ٹکڑے چند ہزار برس تک شعاع آفتاب اور زمین تک حائل رہجائین، تو ساری جاندار مخلوق سوائے اُن کے جنمین بقا کی زیادہ صلاحیت ہے ختم ہوجائے،

سمندر کی تہ کے پہاڑ اور وادیاں

عموماً یہ خیال کیا جاتا ہے کہ سمندر محض عالم آب ہے، جسکی ساری کائنات پانی ہی ہے، لیکن سمندر کی تہوں میں بہت گہری وادیاں اور گھاٹیاں ہیں، جنکی دیوارون کی بلندی کئی کئی ہزار فٹ تک ہے، بیان کیا جاتا ہے کہ بحر الپیسفک کی تہ مین کرۂ زمین سے زیادہ پہاڑ اور وادیاں ہیں،

زیر سمندر آثار اور کھنڈر

تھوڑے زمانہ سے چند برطانوی طیارے بحر ابیض متوسط کے اوپر چکر لگا رہے تھے، اس چکر میں طیار چیون نے اس سمندر کی تہ میں بعض آثار قدیمہ، ستون اور کھنڈر مشاہدہ کئے، اس انکشاف پر برطانیہ کی بحری وزارت نے

غوطہ زنوں کی ایک جماعت بڑے ساز و سامان کے ساتھ ان آثار کی مزید تحقیقات اور ان کا فوٹو لینے کیلئے بھیجی

امریکہ کے حبشی،

جمہور محققین کی یہ متفقہ رائے ہے کہ امریکہ کے حبشی کسی گذشتہ زمانہ جسکی صحیح تعیین نہیں کیجا سکتی برا عظم افریقہ سے آکر امریکہ میں آباد ہوئے تھے، لیکن اس میں اختلاف تھا کہ وہ افریقہ کے کس حصہ سے آئے تھے، لیکن اب بعض امریکن اور یورپین محققین کی تحقیقات سے ثابت ہوتا ہے، کہ یہ حبشی مہاجر مغربی افریقہ کے سواحل سے جہاں آجکل شہر بوانگو اور جمبیا آباد ہیں آئے تھے، تھوڑی سی تعداد اور حصوں سے بھی آئی تھی، لیکن وہ بہت قلیل ہے،

جزیرۃ العرب کے غیر معلوم حصے،

علمائے جغرافیین کا اندازہ ہے کہ جزیرہ نمائے عرب کے ان نامعلوم حصوں کی پیمایش جہاں آج تک متمدن دنیا کا قدم نہیں پہنچا ہے، اور نہ علماء کو اسکے متعلق کسی قسم کی واقفیت ہے، پانچ لاکھ مربع میل ہے،

دنیا کے بڑے شہر

جغرافی اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ بانوے فیصدی بڑے شہر کرۂ ارض کے نصف شمالی حصے میں آباد ہیں،

معدہ کے زخم،

معدہ کے ماہرین اطباء کی رائے ہے کہ معدہ کے زخم جو اور بہت سے امراض اور تکالیف کا سبب بنتے ہیں ان غذاؤں کے استعمال سے پیدا ہوتے ہیں جنمیں وٹامن (ئی) نہیں ہوتا، بعض جرمن اطباء نے چوہوں پر اس نظریہ کا تجربہ کیا، چنانچہ پہلے انھیں وٹامن مذکور سے خالی غذائیں کھلائیں، اس سے ان کے معدے میں زخم پڑ گئے اس کے بعد پھر وٹامن (ئی) رکھنے والی غذائیں دیگئیں تو زخم اچھے ہو گئے،

ضُعفِ بصر کا سبب،

حال کی تحقیقات سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان کے ضعفِ بصر کے اسباب میں سب سے بڑا سبب غذا میں کلیشیم مادہ کی کمی ہے اسکی کمی بصارت کے اعصاب پر نہایت برا اثر ڈالتی ہے جو کبھی کبھی مرور زمانہ کے ساتھ حاسہ بصر ہی کو کھو دیتی ہے،

کثرتِ اموات کا ایک بڑا سبب،

بڑے بڑے شہروں میں اموات کی کثرت کا سب سے بڑا سبب دھوئیں کی کثرت ہے، غالبًا کارخانوں کی کثرت کی وجہ سے ننگاگو دنیا کا سب سے زیادہ "دھواں دار" شہر ہے یہاں کی حفظانِ صحت کی کمیٹی کا جو تھوڑے دن ہوئے حفظان صحت کے اسباب و وسائل کی تحقیقات کے لئے بنائی گئی تھی بیان ہے کہ اگر ننگاگو میں دھوئیں کے ازالہ کی کوئی صورت پیدا ہو جائے تو اموات کی تعداد بقدر ۱/۴ گھٹ جائیگی،

ایک نئے قسم کی گندھک،

اب تک گندھک ایک مرتبہ آگ لگنے کے بعد جل کر ختم ہو جاتی تھی، لیکن اب بعض امریکن علماء نے ایک نئی قسم کی گندھک ایجاد کی ہے، جو ہزاروں مرتبہ استعمال کرنے سے بھی نہیں ختم ہوتی، یہ ایک معدنی دیاسلائی ہے جو ایک خاص قسم کے کیمیاوی مادہ سے بنائی گئی ہے، اس کو ضرورت کے وقت دیاسلائی کی طرح جلا دیا جاتا ہے پھر استعمال کرنے کے بعد بجھا کر رکھ لیا جاتا ہے اور ضرورت کے وقت پھر استعمال کیا جاتا ہے،

"م"

آثارِ علمیہ ادبیہ

نوازشنامۂ حضرت شیخ الاسلام استاذنا العلام نائب رسول الثقلین مولنا و ناصحنا و استاذنا سید محمد نذیر حسین

لازالت نمارق افاداتہ مصفوفۃ و ذرابی فیوضاتہ مبثوثۃ،

بنام حضرت مولنا قاری شاہ محمد سلیمان صاحب پھلواروی، مدظلہ العالی

عنوانِ بالاے ذیل کا خط، جناب شاہ حسین میان صاحب خلف الصدق جناب مولنا شاہ سلیمان صاحب پھلواروی نے ہمارے پاس بھیجا ہے، شاید یہ کم لوگون کو معلوم ہو کہ جناب شاہ صاحب نے صحاح ستہ کا ایک دور جناب مولنا سید نذیر حسین صاحب محدث دہلویؒ سے بھی پڑھا تھا، چنانچہ محدث دہلویؒ مرحوم کی مشہور کتاب معیار الحق پر جو تقلید کے رد مین ہے، جناب شاہ صاحب نے مدحیہ قطعۂ تاریخ لکھا تھا،

جناب شاہ صاحب نے حدیث کے تین دورے تین مشہور شیوخِ وقت کی خدمت مین تمام کئے، جناب مولنا عبد الحی صاحب فرنگی محلی، مولنا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری، اور مولنا سید نذیر حسین صاحب دہلوی، اور افسوس کہ اب یہ جامع ہستی بھی چراغِ سحر ہے،

ذیل کا خط نہ صرف کاتب اور مکتوب الیہ کی عظمت کے لحاظ سے قابلِ قدر ہے، بلکہ اپنے بلند

[1] یہ الفاظ مکتوب الیہ نے کاتب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی مین لکھے تھے، جواب بھی اسی طرح رہنے دیئے گئے،

معانی، اور انشا پردازانہ طرزِ تحریر کی حیثیت سے بھی خاص قدر کے قابل ہے،

"معارف"

ھو المولی الھادی الی الصراط المستقیم

اے عزیز از محاسبہ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَوْ تُخْفُوْہُ یُحَاسِبْکُمْ بِہِ اللّٰہُ اندیشہ کن، و ہمچو اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بحظوظِ نفسانی مباش، و سر در مراقبہ فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ فرو بر، و دیدۂ دل در مشاہدِ وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَۃٌ اِلٰی رَبِّھَا نَاظِرَۃٌ بکشاے، و نظارہ کن و سکۂ طلبِ استقامت خود در بوتۂ فَاسْتَقِمْ کَمَآ اُمِرْتَ وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا بنہ، و بآتش یُحَذِّرُکُمُ اللّٰہُ نَفْسَہٗ بگداز، و خالص کن تا شایانِ مہر لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا گردد، و در بازار اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ او را ارزشے باشد، و بدان سرمایہ توانی کہ بضاعتِ دینِ خالص اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ حاصل کنی شاید رمزے از اسرار وَالْمُخْلِصُوْنَ عَلٰی خطرٍ عظیم بر تو بکشایند، و از لوامع انوار فَمَنْ شَرَحَ اللّٰہُ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ فَھُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّہٖ شعاع بر تو تابد تا از حضیض قُلْ مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ پاے ہمت بیرون نہی و بر اوج وَالْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی عبور کنی و مبشرِ اقبال ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ بشارت چنین وارساند اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ و در رضوان جنات النعیم رضی اللہ عنھم ندا در دہد، کُلُوْا وَاشْرَبُوْا ھَنِیْٓئًا بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔

زیادہ والسلام خیر الختام

الراقم العاجز

محمد نذیر حسین،

ادبیات

خونِ جگر

از

جناب جگر مرادآبادی،

یہ دل ہے ترا دل مجھے کیا تابِ تصرف
تو دیکھ لے، جو چیز جہان پر تھی وہین ہے

مجھ سے کوئی پوچھے ترے ملنے کی ادائین
دنیا تو یہ کہتی ہے کہ ممکن ہی نہین ہے

کیا ذوق ہے، کیا شوق ہے، کیا ربط ہے، کیا ضبط
سجدہ ہے جبین مین کبھی سجدے مین جبین ہے

مین بے اثرِ جذبِ محبت سہی لیکن
کیا کم ہے، وہ میرے لئے بیتاب نہین ہے

میری ہی طرح وہ بھی نہ ہو عشق مین بے تاب
ہر سانس کے ساتھ آج اک آوازِ حزین ہے

ہر لحظہ نیا جلوہ، نئی آن، نئی شان،
میری نگہِ شوق بھی کیا شوخ حسین ہے

دل، تیری محبت کی قسم، تجھ سے بھی بڑھکر
مغرور ہے، ہر چند کہ مغرور نہین ہے

مین اور ترے ہجرِ جفا کار کے صدقے،
اس بات پہ جیتا ہون کہ مرنے کا یقین ہے

معلوم ہین اس سحرِ نگاہی کے کرشمے
دنیا مرے نزدیک جو ہے بھی تو نہین ہے

کس کس سے ترے عشق مین دامن کو چھڑاؤن
کونین ہے اور ایک مری جانِ حزین ہے

اس طرح نہ ہوگا کوئی عاشق بھی تو پابند
آواز جہان دو لے وہ شوخ وہین ہے

نوائے اثر

از جناب محمد علی خان صاحب اثر رامپوری

بارشِ نورِ مسلسل جلوہ گاہِ دل مین ہے
کوئی مہوش آج مہمان اس لٹی منزل مین ہے

فطرتِ انسان، پرستارِ تجلی کیون نہ ہو،
بادۂ عشقِ ازل مینائے آب و گل مین ہے

بیخودی مین امتیازِ دشت و منزل تک نہین
کاروان کا کاروان بھٹکا ہوا منزل مین ہے

دیکھتے جاؤ تم انجامِ وفا کو آنکھ سے،
پھڑکی ہین یہ پتلیان، کچھ جان ابھی بسمل مین ہے

کر رہی ہے شمع تفسیرِ رموزِ زندگی،
ایک جا رہکر وہ ہر ساعت نئی منزل مین ہے

کشتیِ طوفان زدہ اور بحرِ الفت بے کنار
طالبِ ساحل عبث امیدِ لاحاصل مین ہے

نعمتین دونون جہان کی عشق مین سب چھن گئین
اک تری تصویر باقی ہے جو میرے دل مین ہے

خود فراموشی ہی دیگی اے اثر ان کو جواب
پوچھتے ہین مجھ سے وہ اب کیا تمنا دل مین ہے

"چراغِ راہ"

از جناب حفیظ ہوشیارپوری، متعلم بی اے، لاہور

اے دلِ مدعا طلب دشمنِ مدعا نہ بن،
جسکو وفا سے عار ہو اسکا تو آشنا نہ بن،

دیکھ وفا سے باز آ موردِ صد جفا نہ بن،
دل کو نہ آفتون مین ڈال اپنے لئے بلا نہ بن،

چارہ گری فضول ہے، نازکشِ دوا نہ بن
تجھ سے علاجِ دردِ دل ہجر مین آئیگا نہ بن

آنکھون مین گر نہین ہین اشک دل مین اگر نہین ہے درد
دعوئ عاشقی نہ کر مدعیِ وفا نہ بن

ایسی نوائے غم نہ ہو جس سے کسی کا دل دکھے
درد بھری صدا نہ ہو شوق کا اک ترانہ بن

اتنا بلند ہو کہ تو سقفِ فلک کو چوم لے،
یعنی فتادگی پسند صورتِ نقشِ پا نہ بن

گرباز ؤون مین زور ہے شورشِ بحر سے نہ ڈر
کشتیِ خدا پہ چھوڑ دے طالبِ نا خدا نہ بن

عذرِ جفا سے فائدہ یہ بھی ستم کی ہے ادا
اہلِ وفا پہ رحم کر اتنا بھی با وفا نہ بن

جلوون کو اپنے عام کر خلوتِ حسن سے نکل
"بن تو چراغِ راہ بن، شمعِ حرم سرا نہ بن"

صبر گریز پا مرا عمر گریز پا مری،
آہ خدا کے واسطے تو تو گریز پا نہ بن

خوگرِ رنج کر دیا چارہ گری سے فائدہ
درد اگر عطا کیا، درد کی اب دوا نہ بن

تیری رضا گر اس مین ہو موت ہو زندگی ہمین
زلیست کا آسرا نہ ہو موت ہی کا بہا نہ بن،

خوگرِ جور ہو کے جب دل ہی ستم پسند ہو،
حسن سے کوئی کیا کہے تو ستم آشنا نہ بن

عشق مین جان دے کے ہو زندۂ جاودان حفیظؔ
موت کو زندگی بنا، دہر مین اک فسانہ بن

سطوتِ اسلام

ازجناب اسد ملتانی، بی اے

نہ ہو اسلام کیون ممتاز دنیا بھر کے دینون مین
وہان مذہب کتابون مین، یہان قرآن سینون مین

سوادِ کعبہ کو ہم کیون نہ سمجھین نور کا مرکز
یہین سے روشنی پھیلی جہان کی سرزمینون مین

کرورون عابدون کا رخ اسی کی سمت رہتا ہے
عجب رتبہ ملا مکے کو دنیا کے مدینون مین

جدا واقع ہوئے تھے ایشیا، افریقہ اور یورپ
عرب کی خاک سے حق نے لگایا جوڑ تینون مین

چڑھا کر رنگِ اسلامی نہ چھوڑا فرق کچھ باقی
حبش کے تیرہ فامون اور ترکی کے حسینون مین

یہی اک معجزہ کیا کم ہے سردارِ مدینہ کا
کہ بدوی مسند آرا ہون تمدن آفرینون مین

کہین انسانیت کا جامہ پہنایا درندون کو
کہین مردانگی کی روح پھونکی نازنینون مین

کہین مائل کیا دین کی طرف دنیا پرستون کو
کہین ذوقِ عمل پیدا کیا خلوت گزینون مین

ڈرایا عاقبت کے رنج سے عشرت پسندون کو
نشاطِ سرمدی کی لہر دوڑا دی حزینون مین

جنھین تھا ناز اپنے شیوۂ کفر و ضلالت پر
انھین شامل کیا حق و صداقت کے معینون مین

وہ طاقت بازوے مسلم مین کی اسلام نے پیدا
نہین دیکھی جواب تک اہلِ یورپ نے مشینون مین

وہ دولت سینۂ مومن نے کی قرآن سے حاصل
نہین ملتی جو کانون مین خزانون مین دفینون مین

یکایک توڑ ڈالے مکیشون نے ساغر و مینا،
بھرا ساقی نے کیا ان کے دلون کے آبگینون مین

یہ تیزی ارتقا کو صاحبِ معراج نے بخشی،
بشر نے طے کیا صدیون کی منزل کو مہینون مین

ہماری سربلندی دیکھ کر افلاک کہتے تھے،
کہان سے آگیا یہ اوج پستی کے مکینون مین

ہمارے دم کا صدقہ ہے فروغِ محفلِ انجم
کہ ہے عقدِ ثریا تک ہمارے خوشہ چینون مین

کمی ہم نے نہین کی دشمنون کی پرورش مین بھی
عموماً سانپ بھی پالے ہین ہم نے آستینون مین

ہمارے دل سدا معمور ہین عشقِ الٰہی سے
یہی بارود رکھتے ہین ہم اپنے میگزینون مین

زمانے کے سمندر مین نہین محتاجِ کشتی ہم،
شناور کے لئے کیا فرق موجون اور سفینون مین

یہ کس کے آستان پر سجدہ کرنے کا نتیجہ ہے،
کہ ہے نورِ ہدایت جلوہ گر اپنی جبینون مین

محاسن جانچئے اسلام کے منصف مزاجی سے
کہ پیدا ہو نہین سکتی بصیرت عیب بینون مین

وہی دیکھین گے نورِ صدق آنکھین جنکی روشن ہین،
وہی سمجھین گے رازِ حق جو دل رکھتے ہین سینون مین

الٰہی! سطوتِ اسلاف ہمکو بھی عطا فرما،
کہ ہم بھی ہین محمدؐ کی امانت کے امینون مین

اسد اسلامیون کے اوج و رفعت کے مضامین سے
بلندی آسمان کی آگئی ہے ان زمینون مین

بَابُ التَّقرِیظِ وَالاِنتِقَاد

"خمستان"

از مولوی شاہ معین الدین احمد ندوی،

جناب اثر صہبائی پنجاب کے نوجوان شعرا مین ممتاز حیثیت رکھتے ہین، حال مین اونھون نے اپنے کلام کا مجموعہ "خمستان" کے نام سے شائع کیا ہے، اس کے آغاز مین دو تبصرے ہین، ایک "جرعہ مے" حضرۃ الاستاذ مولنا سید سلیمان ندوی کا لکھا ہوا، اور دوسرا "ثمر و دبستان" مشہور شاعر جناب پنڈت برجموہن دتاتریہ کیفی دہلوی کا ان تبصرون کے بعد خود شاعر نے "ہا و ہو" کے عنوان سے مجملاً عام شاعری اور مختصراً اپنی شاعری کے متعلق اپنے خیالات ظاہر کئے ہین،

اس کے بعد اصل دیوان شروع ہوتا ہے، جو ۲۷۰ صفحات مین تمام ہوا ہے، اور پانچ حصون مین منقسم ہے، تجلیات، ہمن زار، جام صہبائی، راحت کدہ اور ستارے، پہلے حصہ مین غزلین ہین، دوسرے مین مختلف کیفیات جذبات اور مناظر وغیرہ پر مسلسل نظمین ہین، تیسرے مین وہ تاثرات ہین جو شاعر کے دل سے اُس کی مرحوم رفیقۂ حیات کے غم والم مین نالے کی شکل مین نکلے ہین، چوتھے مین رباعیات ہین، اور پانچوین مین متفرق اشعار، جناب اثر نے جیسا کہ خود ان کا بیان ہو شاعری کی مختلف اصناف اور رنگ و مذاق شاعری مین اس فن اور اس کے رنگ کے مسلم اساتذہ کے تتبع اور اپنے کلام مین ان کا رنگ اور اون کے خصوصیات پیدا کرنے کی کوشش کی ہے، جیسا کہ وہ خود اپنی شاعری پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہین، کہ "میری رباعیات مین حضرت عمر خیام

نیشاپوری کا رنگ نمایان ہے، میری غزل کے ارتقا مین حضرت حافظ شیرازی کو سب سے زیادہ دخل ہو، اس کے بعد علامہ اقبال مدظلہ العالی کے روح پرور اور حیات افروز نغمون کا معترف ہون، مرزا غالب کی ژرف نگاہی اور مولنا حسرت موہانی کی شگفتگی بھی میری غزل پر اثر انداز رہی ہو"

ہمین شبہہ نہین کہ جناب اثر اپنے اکثر معاصر شعرا کی طرح محض قافیہ پیما نہین، بلکہ فطری شاعر ہین جسکی جھلک اون کے کلام کی ہر صنف مین نظر آتی ہے، لیکن میرے خیال مین وہ بہ نسبت غزل گوئی کے رباعی گوئی مین زیادہ کامیاب ہین، اور اگر وہ اپنی شاعری کو رباعی گوئی تک جو اور اصناف سخن سے زیادہ مشکل ہے محدود کر دیتے تو زیادہ کامیاب شاعر ہوتے، انکی بیشتر رباعیان نہایت خوب ہین، اور ان مین خیام کی طرح زندانہ اور حکیمانہ ہر قسم کے خیالات ہین، رباعیون کا نمونہ یہ ہے،

ناکامیٔ زندگی پہ ڈرنا کیسا — ہنگامِ شکست آہ بھرنا کیسا
زندہ ہے اگر تو ننگِ ہستی کیون ہے — یہ موت سے پیشتر ہی مرنا کیسا

باقی نہین ہے کچھ بھی داغ حسرت کے سوا — کیا حاصل زیست ہے خجالت کے سوا
اٹھ اٹھ کے فرو ہوئے ہزارون طوفان — اب کچھ نہیں ہے گریۂ ندامت کے سوا

اک نقطۂ موہوم ہو ہستی میری، — لیکن ہے عجیب چیز مستی میری
چھوڑا جو خدا تو خود پرستی ہے اثر — جاتی ہے کہین یہ بت پرستی میری

رو رو کے عبث شکوۂ بیداد نہ کر — اے ننگِ جہان روح کو برباد نہ کر
ہمت سے ہے رزمگاہِ ہستی مین وقار — کھا زخم پہ زخم اور فریاد نہ کر

تغزل مین بھی جہان تک خیالات کا تعلق ہے ان کی شاعری نہایت پر کیف ہے، اور اون کے متغزلانہ تغزل مین سوز و گداز، معرفت و حقیقت، شوخی و رنگینی، رندی و سرمستی، اور اخلاق و حکمت وغیرہ ہر قسم کے نغمے موجود ہین، چند منتخب اشعار ملاحظہ ہون،

خدا کی دین ہے، جس کو نصیب ہو جائے ہر ایک دل کو غمِ جاوداں نہیں ملتا

رازِ غم ایک خزینہ ہے جو سینہ مین رہے خاک ہو جاتا ہے لیکن یہی افشا ہو کر

اثرؔ افسردگی مین یون مِرے لب پر تبسم ہے کہ جیسے پھول ہون بکھرے ہوئے گورِ غریبان پر

بجھ رہے ہو خزان جسکو اسے تپیدہ دلو کہین ہمارے چمن کی یہی بہار نہ ہو،

طوفانِ رنگ و بو مین میری روح کھو گئی رنگینیٔ بہار مین تو ہی چھپا ہے کیا،

انگڑائی لیتے اٹھے جو وہ خوابِ ناز سے ہر چیز غرق ہو گئی رنگِ شباب مین

سیلاب تبسم ہو ساقی کی نگاہون مین ساغر میرا ساغر ہے صہبا میری صہبا ہے،

گُمان کاشانۂ رنگین کا ہو جس پر نگاہون کو اُسے اہلِ نظر گردِ رہِ منزل سمجھتے ہین،

سجدہ کے داغ سے نہ ہوئی آشنا جبین بیگانہ وار گذرے ہر اک آستان سے ہم

ہستی کے سمندر مین انسان کی حقیقت کیا موجون کی کشاکش مین بہتا ہوا تنکا ہے

اس مست کے لئے کوئی تعزیر کیون نہین بڑھ کر شرابِ ناب سے جس کا شباب ہو

گو تو نہین ملا ہے مگر تیرے شوق مین یہ لمحۂ حیات تو اچھا گذر گیا،

مسلسل نظمون مین یادِ ایامِ حسن، شباب کیف آفرین اور عالمِ افسردگی متعدد نظمین بہت خوب ہین

لیکن ان خوبیون اور محاسن کے باوجود ابھی اس خمستان کی شرابِ خام کیلئے ضرورت تھی، کہ اسے بادہ پرستون

کے سامنے پیش کرنے سے پہلے اور زیادہ جوش دیا جاتا، کہ شراب جتنی پرانی ہوتی ہے، اتنی ہی نشہ آور ہوتی

جیسا کہ ابھی ہم نے اوپر لکھا ہے، کہ جہانتک خیالات کا تعلق ہے، جناب اثرؔ کی شاعری نہایت

کامیاب ہے لیکن ابھی کلام مین پوری مشق اور پختگی نہین ہے، اسی لئے وہ الفاظ اور طرزِ ادا کو خیالات کا

ہم آہنگ نہین بنا سکتے ہین، اور طرزِ ادا اور زبان کی خامیان جابجا نظر آتی ہین، مثلاً صرف چند پیش کی

قلب تڑپ تڑپ اٹھا روح لرز لرز گئی بجلیان تھین بھری ہوئی زمزمۂ رباب مین

وزن کے لحاظ سے بجلیان کا تلفظ صحیح نہین ادا ہوتا، اگر اُسے برق تھی کونسی بھری سے بدل دیا جائے تو یہ

نقص دور ہو جائے گا،

ان کے تبسمات قیامت کے ہین اثرؔ سو سو تبسمات ہین اون کی نگاہ مین

اردو مین تبسمات الف ت کے ساتھ جمع غیر مستعمل یا کم از کم غیر فصیح ہے، تبسم ہی جمع اور کثرت دونون موقع

پر استعمال ہوتا ہے،

ع:۔ "ٹوٹ کر دل مین رہ گئے آنسو" آنسوون کا ٹوٹ کر دل مین رہجانا کوئی محاورہ نہین ہے،

بعض بعض اشعار مین بے تکلف پنجاب کے "ہوا" اور "نے" کو ایک ساتھ جمع کر دیا گیا ہے،

ہر چند نہین ہے، جلوہ پیدا تیرا، ڈھانپا ہوا "عقل نے" ہے چہرا تیرا

اس مصرعہ مین ع:۔ "فضائین عاشقی کی جھومتی ہین" اولاً عاشقی کی فضاؤن کا جھومنا خود قابلِ غور ہے اور

اگر اس مفہوم کو صحیح بھی مان لیا جائے، تو جھومنے کے بجائے "وجد مین ہین" ہونا چاہئے،

بہت سے اشعار کی بندش غلط نہین ہے لیکن اگر ان مین تھوڑی سی تبدیلی اور تقدیم و تاخیر کر دیجاتی

تو بندش زیادہ چست اور فصیح ہو جاتی،

یہ دل اک داغ ہو کتنا طلسم انگیز ہے لیکن کبھی صحنِ گلستان ہے، کبھی صحرائے ویران ہے

اور

کبھی ایک شیخ رندون کی کرامت تو نے دیکھی ہے اٹھے دستِ دعا اور جھوم کر ابر بہار آئے،

مین اگر پہلے شعر کے مصرعۂ اولیٰ اور دوسرے شعر کے مصرعۂ ثانی کو اس طرح بدل دیا جائے

یہ دل گو داغ ہے لیکن طلسم انگیز ہے کتنا، اور ادھر دستِ دعا اٹھے ادھر ابر بہار آئے،

تو نہ صرف بندش چست ہو جاتی ہے، بلکہ شاعر کے خیال مین بھی زیادہ زور پیدا ہو جاتا ہے،

یا اس مصرعہ ع:۔ جو نادان ہر بلا کو اک بلا سے، آسمان سمجھے" کو اگر یون بدل دیا جائے،

ع :۔ جو ناوان ہر مصیبت کو بلائے آسمان سمجھے، تو اک کا حشو بھی حذف ہوجائے، اور بلا کی بے ضرورت تکرار کا نقص بھی جاتا رہیگا،

یا ان اشعار :۔

غوطہ زن بحرِ عقیدت مین ہے دربان تیرا ڈھونڈھنے آیا ہے یان سایۂ دامان تیرا،

صبح خندان ہے موسمِ گل ہے نغمہ زن اپنی لے مین بلبل ہے،

کے آخر کے دونون مصرعون کو اس طرح بدل دیاجائے، ع :۔ ڈھونڈھنے در پہ تیرے آیا ہے دامان تیرا، اور ع

نغمہ پیرا چمن مین بلبل ہے، تو بندش زیادہ چست اور فصیح ہوجائے گی،

اس قسم کی خامیان اور بھی ہین، ہم نے صرف چند مثالاً لکھدین، لیکن ان خامیون سے جناب آثر کے کلام

کے اثر اور اوس کی معنوی خوبیون مین فرق نہین آتا، امید ہے، کہ جناب آثر آیندہ صحتِ زبان انتخاب

الفاظ اور بلاغتِ ادا کی طرف خاص توجہ فرمائین گے، گو حسن ہر لباس مین حسن ہے، لیکن ظاہری لباس کی خوبی

حسن کو دوبالا کردیتی ہے، اور ہمارے خیال مین کوئی صاحبِ مذاق بھی حسن کو گدڑی مین دیکھنا، اور شرابِ انگور

کو بلوری ساغر کے بجائے جام سفال مین پینا پسند نہ کرے گا،

کلیاتِ شبلی اردو

مولینا کی تمام اردو نظمون کا مجموعہ جسمین مثنوی صبحِ امید، قصائد جو مختلف مجلسون مین پڑھے گئے، اور

وہ تمام اخلاقی سیاسی، مذہبی اور تاریخی نظمین جو کانپور، ٹرکی، طرابلس، بلقان، مسلم لیگ، مسلم یونیورسٹی وغیرہ کے

متعلق لکھی گئی ہین، یکجا ہین، یہ نظمین درحقیقت مسلمانون کے چہل سالہ جدوجہد کی ایک مکمل تاریخ ہے، لکھائی

چھپائی کاغذ اعلیٰ ضخامت ۱۲۰ صفحے، قیمت عہ

"منیجر"

مطبوعات جدیدہ

اعادۂ شباب و درازی عمر، بڑھاپے سے مقابلہ اصول حیاتیات کے مطابق اینڈوکرنیالوجی (درون افرازیات)

از جناب ڈاکٹر محمد اشرف الحق، ایم بی سی ایچ بی (اڈنبرا)، ایم، ڈبلیو، ال، ایس، آر، (برلن)، سپرنٹنڈنٹ میڈیکل ہوسپٹل سرکار عالی حلقۂ گولکنڈہ حیدرآباد دکن، حجم بترتیب ۳۰-۴۸-۱۰۰ صفحے،

لکھائی چھپائی اور کاغذ عمدہ قیمت درج نہین مولف سے مل سکتے ہین،

یورپ کے جدید تمدن مین مسئلۂ اعادۂ شباب کو روزافزون اہمیت ہوتی جاتی ہے، اور جب ہندوستانیون نے یورپ کے ایک مشہور

تاجر نے اس کا عملی تجربہ کیا تو یہان کے بعض حلقون مین بھی اس سے دلچسپی پیدا ہوگئی، چنانچہ حیدرآباد کے ڈاکٹر اشرف الحق

صاحب نے اس فن کو عملاً حاصل کرنے کے لئے یورپ کا سفر کیا، اور واپسی کے بعد وہ عملاً اس کے تجربے جانورون پر

کررہے ہین، اسی تقریب سے انھون نے مذکورہ بالا تین رسالے چھاپے ہین، ان مین سے اول الذکر رسالہ مین انھون نے

یورپ کے اون مشہور ڈاکٹرون کے طریقے اور حالات لکھے ہین، جو اس فن مین ممتاز سمجھے جاتے ہین، پھر یورپ کے

مختلف ملکون مین اس مقصد کے حصول کے لئے جو اور طریقہ علاج جاری ہین، اُن کو اپنی تنقید ورائے کے ساتھ بیان

کیا ہے، کہ ان مین سے کون سا طریقۂ علاج ہندوستان کے لئے مفید ہوسکتا ہے،

دوسرا رسالہ اس فن کے مشہور ماہر پروفیسر اشتایناخ، ایم ڈی (ویانا) کے ایک رسالہ کا [illegible] اردو

ترجمہ ہے، جس مین انھون نے اس فن کو علمی و عملی حیثیت سے پیش کیا ہے، اور اپنے تجربات اور ان کے نتائج بیان کئے ہین

تیسرے رسالہ مین اون غدودی رطوبات کی تفصیل بیان کی ہے، جو انسان کے جسم مین جذب ہوکر بڑھاپے

کو روکتے اور جوانی کو پیدا کرتے ہین، اس رسالہ کی حیثیت زیادہ تر فنی وعلمی ہے،

میکدہ، از جناب نیر واسطی، حجم ۸۴ صفحے، تقطیع چھوٹی قیمت مجلد ۱۲ر غیر مجلد ۸ر، پتہ: جناب سید صفات احمد صاحب، منیجر دیسی دواخانہ، چوک جونے منڈی لاہور،

میکدہ، جناب حکیم سید علی احمد صاحب نیر واسطی کی چند نظمون اور غزلون کا مجموعہ ہے، جو حمد و نعت کے بعد "قومی نظمین" "ادبی نظمین" "تغزل" "طبی نظمین" اور متفرقات مین تقسیم ہے، چند قومی اور بعض ادبی نظمین اچھی خاصی پرجوش اور کیف آور ہین، "طبی نظمون" مین جناب حکیم مسیح الملک اجمل خان کا مرثیہ اچھا ہے، اور پر درد ہے،

جواہر طب حصۂ اوّل، از جناب حکیم سید محمد ہادی صاحب گیاوی مقیم ناگپور، حجم ۹۶ صفحے، قیمت ۸ر مصنف سے ہنساپوری سرکل ۱۶/۲۲، ناگپور سی پی، کے پتہ سے مل سکتی ہے،

"جواہر طب" مین جسم انسانی کے تقریباً تین سو امراض اور ان کے زیادہ تر مفرد یا زیادہ سے زیادہ کم اجزا سے مرکب دواؤن سے علاج کے آسان طریقے لکھے گئے ہین، اس کا پہلا حصہ پیش نظر ہے، جس کے ابتدائی دو بابون مین جسم انسانی کی عضوی تشریح ہے، رسالہ سر کے امراض اور اس کے علاج سے شروع کیا گیا ہے، معدے کے امراض و علاج کے بیان مین رسالہ کا پہلا حصہ ختم ہو جاتا ہے، رسالہ کا نمایان وصف اختصار اور معمولی امراض کا آسان علاج بتانا ہے،

ابتدائی قواعد فارسی از جناب سید محمد صاحب ایم اے، مددگار سٹی کالج، حجم ۵۵ صفحے، تقطیع چھوٹی قیمت ۱۲ر، پتہ: سٹی کالج بک ڈپو، حیدرآباد دکن،

اس رسالہ مین استقرائی طریق تعلیم کے رو سے بچون کے لئے فارسی قواعد لکھے گئے ہین، اور کوشش کی گئی ہے کہ صرف و نحو کے اصطلاحات سے بچون کے ذہن کو حتی الامکان بچایا جائے، رسالہ مین فارسی صرف و نحو کے ضروری مسائل آ گئے ہین،

"ر"

جلد ۳۳ | ماہ ذیقعدہ ۱۳۵۲ھ مطابق ماہ مارچ ۱۹۳۴ء | عدد ۳

مضامین